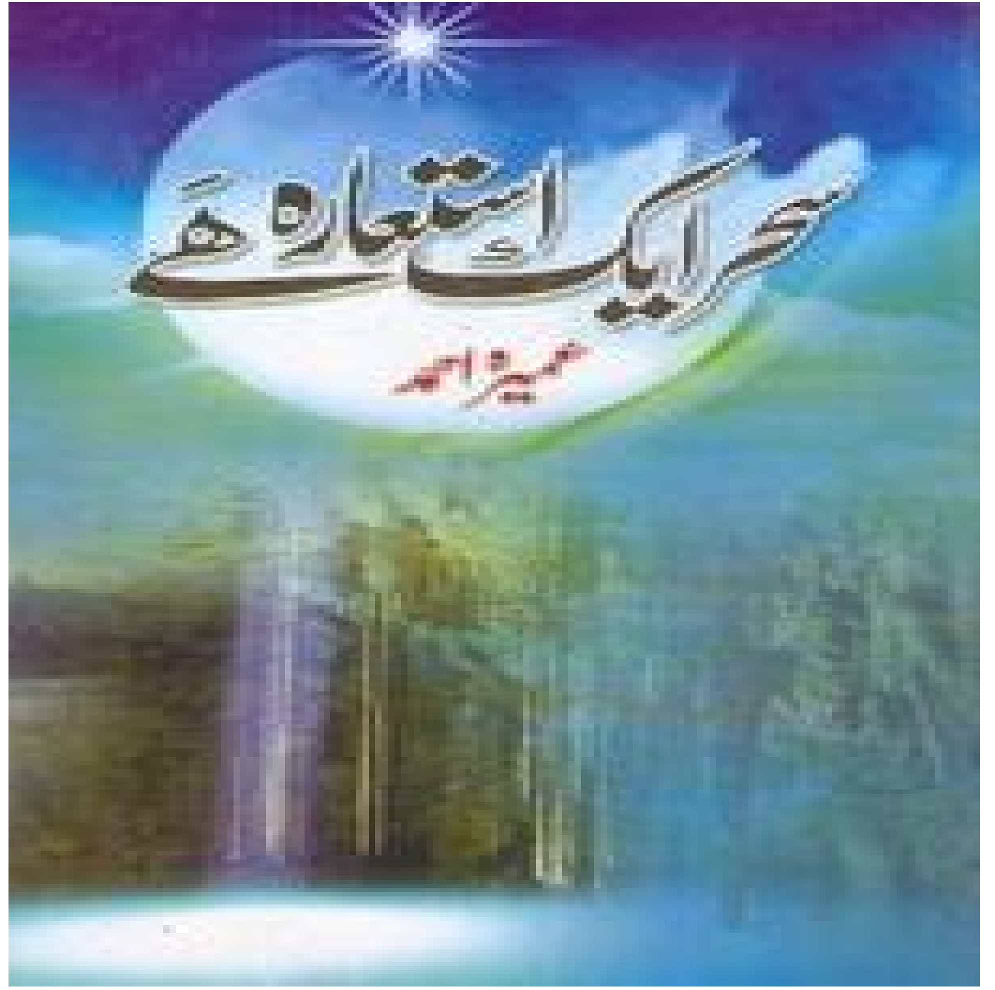


اس نے آج پھر مجھے فون کیا تھا -
"مریم اسے کہو مجھے معاف کر دے ایک بار صرف ایک بار مجھ سے مل لے،
مجھے اپنی شکل دکھا دے "-
اس نے التجا کی تھی -
"ایمن یہ میرے بس میں نہیں "-
"کیسے تمہارے بس میں نہیں-" وہ بے اختیار چلائ تھی -
"تم اسے کچھ کہو اور وہ نہ مانے یہ کیسے ہو سکتا ہے، وہ تمہارے اشاروں پر چلتا ہے اور کہتی ہو یہ بات میرے بس میں نہیں یہ کیوں نہیں کہتیں کہ تم ایسا چاہتی ہی نہیں "-
اسکی آواز آنسوؤں سے بھیگ رہی تھی- میں نے آہستگی سے فون بند کر دیا -
اس نے ٹھیک کہا تھا میں واقعی ایسا نہیں چاہتی تھی اور اگر میں چاہتی بھی تو جو دیواریں دونو ں کے بیچ حائل تھیں انہین پار کرنا کسی کے بس کی بات نہیں تھی اور پھر اسے کس چیز کی کمی ہے جو وہ میری واحد خوشی کو بھی چھین لینا چاہتی ہے مگر اب میں ایسا نہیں ہونے دوں گی، وہ مریم مر چکی ہے جو اپنے گلے سے پھولوں کے ہار اتار کر اسکے گلے کے کانٹوں کے ہار پہن لیا کرتی تھی اور اس مریم کا مر جانا ہی بہتر ہے-

آنکھیں بند کئے کرسی پر جھولتے ہوئے میں مسلسل ایمن کے بارے میں سوچ رہی فون نے، اسکی آواز اسکی التجا نے اسکے آنسوؤں نے یادوں کی ساری تھی اسکے تھیں اور میں انہیں بند کرتے کرتے تھک گئ تھی کھڑکیاں کھول دی-

-کبھی کبھی اچھا لگتا ہے
کے اس پہر یوں ماضی میں جھانکنا، جب آپ کو یقین ہو کہ آپ کے پیروں کے رات
اب اپنی جگہ نہیں چھوڑے گی اور یہ جانتے ہوں کہ سر پر موجود نیچے کی زمین
گرے گا-اب میں ماضی کو آنسوؤں کے ساتھ یاد نہیں کرتی، اتنا آسمان آپ پر نہیں آن
اندر کہ کوئ خلش مجھے بے قرار نہیں کرتی، کھلی سکوں اتنا قرار ہے میرے
رہی ہے- کاش یہ یوں ہی ساری عمر مجھے کھڑکی سے آنے والی ہوا بہت بھلی لگ
-سہلاتی رہے
"-اور مجھے سلا دیا آپ نے پوری کہانی نہیں سنائ "
اپنی موٹی موٹی میرے کمرے میں اچانک ایک آواز ابھری اسامہ نیم اندھیرے میں
تھی مجھے آنکھیں کھولے مجھے دیکھ رہا تھا پتا نہیں کس وقت اس کی آنکھ کھل گئ
-جلا دیا بے اختیار اس پر پیار آیا - میں اٹھ کر اسکے قریب بیڈ پر آگئ اور ٹیبل لیمپ
"-تم سو گئے تھے پھر کہانی کسے سناتی"
-میں نے کہا اسکے بالوں کو سہلاتے ہوئے
ماتھا چوم لیا پھر اب سنایئں-" اسنے میرے گلے میں بانہیں ڈال دیں میں نے اسکا"
کلاک پر گیٹ پر اچانک ہارن کی آواز سنائ دی تھی وہ واپس آگیا تھا میں نے وال
-نظر ڈالی رات کے دو بج رہےتھے
-دیکھ کر اصرار کیا کہانی سنایئں نہ؟" اسامہ نے مجھے خاموش"
"-سناتی ہوں بھئ سناتی ہوں"
تھی ؟" اسنے کہانی دہرانی شروع کی میں اسکی طرف تمہیں یاد ہے کہاں تک سنائ
دروازہ کھول کر اندر آ گیا ہوگا، میں نے اندازے متوجہ نہیں تھی- اس وقت وہ داخلی
-کیا کرتی تھی لگانے کی کوشش کی تھی میں روز یہی
"-گی اب وہ لاؤنج میں آ گیا ہو گا، ملازم نے اس سے چیزیں پکڑی ہوں"
سیڑھیوں پر اسکے قدموں کی آواز آ رہی تھی وہ میرے اندازے کے عین مطابق
-سیڑھیاں چڑھ رہا تھا
والا تھا- میں نے پیار میں جانتی تھی اب تھوڑی دیر میں وہ میرے کمرے میں آنے
سے اسامہ کے چہرے پر ہاتھ پھیرا-ا

Page # 03
تھی مگر کوئ اسکی مدد کی کھڑکی میں بیٹھ کر روز رویا کرتی Palace شہزادی
سنایئں-" اسامہ نے کو نہیں آتا تھا پھر ایک دن وہاں سے ایک شہزادہ گزرا، اب آگے
-منتظر تھا اپنی سنی ہوئ کہانی کا اعادہ کر دیا تھا اب وہ آگے کہانی سننے کا
کی چاپ پھر شہزادے نے شہزادی کو دیکھا-----" میں نے کہانی شروع کی قدموں"
-میرے دروازے پر رک گئ تھی اسنے ہینڈل گھمایا اور دروازہ کھول دیا

دفعہ میں سوچتی تھی کہ کیا وہ خوبصورت تھی بے حد خوبصورت تھی بلکہ بعض
میرا میجک مرر مجھے دنیا میں کوئ اس سے زیادہ خوبصورت بھی ہو سکتا ہے اور
ہے، ہر ایک کی ہمیشہ یہی بتاتا تھا کہ دنیا میں اس سے زیادہ خوبصورت کوئ نہیں
آنکھ میں اس کے لئے ستائش ہوتی تھی اور مجھے اس پر رشک آتا تھا وہ
خوبصورت تھی اور اسے اپنی خوبصورتی کا استعمال آتا تھا، میرے جیسے لوگ
تھے، اسکے معمول تھے وہ جو چاہتی کروا لیتی، مجھ سے چھوٹی تھی اسکے مداح

میری اکلوتی بہن تھی اس لئے بھی مجھے پیاری تھی اور صرف اس لئے لاڈلی تھی
-میں، امی ، ابا سب اسکو آسائش دینے میں لگے رہتے -مجھے ہی نہیں سب کو ہی
چاہیئے، ایمن کو یہ پسند نہیں ایمن کو وہ پسند نہیں-" ایمن کو یہ چاہیے ایمن کو وہ"
کے کسی نہ کسی فرد کی زبان پر رہتے اور ہم یہ وہ جملے تھے جو ہر وقت گھر
بھی کام نہ کرتا، آہستہ آہستہ پورا میں سے کوئ بھی اسکی مرضی کے خلاف کوئ
پسند کے مطابق ہوتا، ہر گھر اسکی مرضی سے چلنے لگا، گھر میں ہر کام اسکی
اور یہ صرف -چیز اسکی پسند سے آتی اور اسکی مرضی کے مطابق رکھی جاتی
استعمال گھر پر ہی بس نہیں تھا وہ مجھے بھی اپنی مرضی اور ضرورت کے مطابق
باری کرتی تھی گھر میں جو چیز آتی پہلے انتخاب کا حق ایمن کو دیا جاتا پھر میری
آتی اور پھر پتہ بھی نہیں چلا اور میں ہمیشہ جو چیز بھی لاتی اس میں سے بہترین
چیز ایمن کے لئے علیحدہ کرنے کی عادی ہو گئ، کبھی ایسا بھی ہوتا کہ اگر ایک
جوتے یا کپڑے آ جاتے تو ایمن اپنا سلوا کر خاص موقع کے لئے محفوظ کر جیسے
عام سی جگہ پر جانے کے لئے بھی میرا والا سوٹ یا جوتا استعمال دیتی اور کسی
پر اعتراض نہیں ہوا ہاں امی کو کبھی ہوتا تو وہ بڑے دھڑلے
-سے کہتی
"-عام سے موقع پر اپنا سوٹ پہن کر خرا ب کر لوں ہاں ایسے"
-گا-" امی کہتیں تو کیا مریم کا خراب نہیں ہو"
"-ہے اسکی خیر ہے اسے کونسا اتنا باہر آنا جانا ہوتا"

Page # 04

میں ہمیشہ امی کو بات بڑھانے سے روک دیتی -
"کوئ بات نہیں امی کچھ نہیں ہوتا-" مجھے کبھی بھی اس سے کوئ شکوہ نہیں ہوا
تھا یہ تو عام سی چیزیں تھیں میں تو ضرورت پڑنے پر اس کے لئے جان بھی دینے
سے گریز نہیں کرتی مگر ایسا موقع کبھی آیا ہی نہیں -
مجھے پتا ہی نہیں چلا کہ میری اس عادت نے کب اسے خود غرض بنا دیا کب اس
نے میری ہر چیز چھیننا عادت بنا لیا چونکہ مجھے اس سے کوئ حسد نہیں ہوتا تھا
اس لئے تب بھی اعتراض نہیں ہوا جب میرے بچپن کے منگیتر سعد نے میری بجائے
اس سے شادی پر اصرار کیا تھا -
وہ میری خالہ کا بیٹا تھا باقاعدہ منگنی تو ہماری نہیں ہوئ تھی لیکن بچپن سے ہی ہر
کوئ جانتا تھا کہ میری شادی سعد سے ہی ہو گی ہم دونوں میں آپس میں بہت ہی کم
بات چیت ہوتی تھی بلکہ شادی ہی کبھی ہوئ ہو، وہ بہت کم گو تھا اور سنجیدہ بھی
ہمارے گھر اسکا زیادہ آنا جانا نہیں تھا- شروع میں وہ پڑھائ میں بہت مصروف رہا
اور پھر بعد میں اس نے کاروبار شروع کر دیا تھا آہستہ آہستہ انکے مالی حالات بہت
اچھے ہو گئے تھے وہ ہماری طرح لوئر مڈل کلاس سے تعلق رکھتے تھے خالو واپڈآ
میں سپرنٹنڈنٹ تھے وہ دو بہنوں کا اکلوتا بھائ تھا- اور MBA کرنے کے بعد اس نے
کچھ دوستوں کے ساتھ مل کر امپورٹ ایکسپورٹ کاکام شروع کیا تھا وہ لیدر جیکٹس
بنوایا کرتا تھا اور بہت کم عرصے میں وہ لوئر مڈل کلاس سے نکل کر اپر مڈل کلاس
میں آ گئے تھے -
جب امی نے مجھ سے سعد کی ضد کا زکر کیا تو چند لمحوں کے لئے تو میں بے
یقینی کے عالم میں انہیں دیکھتی رہی پھر میں نے وہی کہا جو میں ہمیشہ کہتی تھی -
"کوئ بات نہیں امی اس میں حرج ہی کیا ہے "-

اس بار امی نے مجھے بے یقینی سے دیکھا تھا -
"وہ تمھارا بچپن کا منگیتر ہے-" انہوں نے کہا تھا-" انہوں نے کہا تھا -
"ہاں مگر اب وہ مجھ سے شادی نہیں کرنا چاہتا تو اسے مجبور تو نہیں کیا جا سکتا "-
"ہاں مجبور نہیں کیا جا سکتا تو پھر وہ کہیں اور شادی کرے تم سے نہیں تو ایمن سے بھی نہیں-" امی نے دو ٹوک انداز میں کہا تھا اور میں چپ ہو گئ تھی، شاک مجھے ضرور لگا تھا مگر میں نے ہمیشہ کی طرح خود پر قابو پا لیا میں مضبوط تھی اسلئے یہ صدمہ بھی برداشت کر گئ -
پھر ایمن میں حیرت انگیز تبدیلی آئ تھی- وہ بات بات پر جھگڑتی ، لڑتی اور پھر رونے بیٹھ جاتی، پھر مجھے پتہ چلا کہ وہ امی سے اس بات پر اصرار کر رہی ہے کہ وہ سعد کا رشتہ قبول کریں امی اس بات پر تیار نہیں تھیں اور وہ اتنی ہی بضد تھی پتا نہیں مجھے یہ سب اچھا لگا یا نہیں ہاں مگر مجھے
Page # 05
یاد ہے کہ میں نے زندگی میں پہلی بار امی سے ضد کی تھی اور اپنی بات منوا لی -تھی
ایمن کی شادی سعد سے ہو گئی تھی-مجھے یاد ہے میری دوست عالیہ اس بات پر -بہت دیر تک مجھ سے لڑتی رہی تھی
چکی ہو-" اس نے جاتے جاتے مجھ سے تم پاگل ہو چکی ہو مریم، تم واقعی پاگل ہو" -کہا تھا اور میں نے جوابا" کہا تھا
سے کیا ہو جائے گا، میں پہلے بھی اسے اپنی چیزیں دیتی رہی ہوں اور اب فاطمہ اس "-بھی سہی
سعد کوئ چیز نہیں ہے سمجھیں تم، دیکھنا بہت پچھتاؤ گی جب لوگ یہ پوچھیں گے اتنے سال منگنی رہنے کے بعد تمھارے منگیتر نے تمہیں کیوں چھوڑ دیا تو پھر کہ گی، ایمن جیسے لوگوں کو خودغرض بنانے میں سب سے بڑا ہاتھ تم جیسوں کیا کہو "-سمجھیں تم -کا ہوتا ہے
فاطمہ ویسے سعد کے ساتھ ایمن ہی سجے گی، ان دونوں کی جوڑی بہت"
-خوبصورت لگے گی-" میں نے بات بدلنے کی کوشش کی تھی
اور تم بھی-" وہ دروازہ پٹخ کر باہر چلی گئی تھی مگر بھاڑ میں جائے ان کی جوڑی" - مجھے تب بھی کوئ ملال نہیں ہوا
ایمن شادی پر بہت خوبصورت لگ رہی تھی یوں لگتا تھا جیسے وہ کسی اور دنیا سے -آئ ہو میں نے خالہ کو اس کی طرف متوجہ کرتے ہوئے کہا
خوبصورت لگ رہی ہے-" انہوں نے ایک نظر اسے دیکھا پھر دیکھیں خالہ وہ کتنی" -مجھے دیکھا اور کہا
"-وہ صرف خوبصورت لگتی ہے ہاں"
چاہتی تھی سعد اس شادی سے میں ان کی بات نہیں سمجھی تھی اور سمجھنا بھی نہیں اسے قہقہے لگاتے بہت خوش تھا میں نے زندگی میں پہلی بار شادی کے موقع پر ہوا تھا اگر دیکھا تھا اور اسے اتنا خوش دیکھ کر مجھے عجیب سی ندامت کا احساس میں بہت مجھے یہ پتا ہوتا کہ مجھ سے پیچھا چھوٹ جانے پر وہ اتنا خوش ہو گا تو -پہلے یہ کام کر گزرتی
-تھی وہ دونوں بہت خوش تھے اور میں ان کی خوشی پر خوش
تھا، میں سعد شادی کے بعد میرا سامنا کرنے سے کترایا کرتا تھا اور یہی حال میرا

ان دونوں کو کسی مشکل لمحے سے دوچار نہیں کرنا چاہتی تھی۔ سو کوشش کرتی
-ان سے زیادہ سامنا نہ ہو کہ
کے بعد ایک سکول پھر زندگی اپنے معمول پر آ گئ تھی-میں نے بی اے کرنے

جوائن کر لیا تھا امی نے میرے کئی اچھے رشتے بھی معمولی سی خامی پر ٹھکرا
حالانکہ میں ان سے کہنا چاہتی تھی کہ اب اتنی چھان بین کا کوئی فائدہ نہیں دیے ،
نہیں تو پھر کوئی بھی سہی اچھا ہو یا برا اس سے کیا فرق پڑتا ہے، گزارنی جب سعد
ہی تھی اور وہ بہرحال گزر جاتی مگر میں امی سے نہیں کہہ پائی۔ تو زندگی

کی ہو گئی تھی ۔ زندگی آہستہ آہستہ گزرتی جارہی تھی میري عمر میں 24 سال
امی کی پریشانی میں اضافہ کر دیتا مگر میں کیا کر سکتی تھی بڑھانے والا ہر سال
روک سکتی تھی نہ امی کی پریشانی ختم کر سکتی تھی ہاں نہ میں وقت کے پہیے کو
صبر تھا اور یہ کام میں برسوں سے کر رہی تھی۔ اگر میں کچھ کر سکتی تھی تو وہ

اچانک ہماری زندگی میں بھونچال آ گیا تھا وجہ اس دن ایسے ہی گزر رہے تھے جب
طلاق چاہتی تھی اور اس کی کوئی معقول وجہ بار بھی ایمن ہی تھی ، وہ سعد سے
گزر گئے تھے ایک بہت اس کے پاس نہیں تھی اس کی شادی کو چار سال
گھر میں اس پر خوبصورت بیٹا بھی تھا اس کا ، سعد کا کاروبار ترقی کر رہا تھا
چاہتی کوئی روک ٹوک نہیں تھی ، سعد اس پر جان چھڑکتا تھا ، پھر بھی وہ طلاق
تھی اور طلاق حاصل کرنے کے لیے وہ ہمارے پاس نہیں آئی بلکہ اپنی ایک دوست
گھر اس نے رہائش اختیار کر لی وہ حدید کو بھی چھوڑ گئی تھی۔ کے

بے حد پریشان تھے اور ہم لوگ صرف پریشان نہیں تھے ہم پر تو سعد اور خالہ
تھا۔ جیسے گھڑوں پانی پڑ گیا

سعد سے ہزار دقتوں کے بعد سعد نے اس کی رہائش گاہ کا پتہ چلایا تھا مگر اس نے
پڑا بات کرنے سے قطعی طور پر انکار کر دیا اور اسی سلوک کا سامنا ہمیں کرنا
جب سعد نے ہمیں اسے سمجھانے کے لیے بھجوایا تھا ، پھر ہم ایک بار نہیں بیسیوں
بار اسے سمجھانے کے لیے گئے تھے مگر اس نے ہمیشہ ہم سے ملنے سے انکار
آخری دنوں میں تو اس کا چوکیدار ہمیں دیکھ کر گیٹ بھی نہیں کھولتا تھا۔ کر دیا اور

جب سعد نے اسے طلاق دینے سے انکار کر دیا تو اس نے خلع کا کیس کر دیا۔ پھر
ان دنوں پاگلوں جیسی تھی اس کا بسا بسایا گھر اجڑ رہا تھا اور وہ اس سعد کی حالت
دیکھنے پر مجبور تھا ، وہ دن میں تین تین بار ایمن کے گھر جاتا کہ شاید وہ کی تباہی
بات کر لے شاید وہ اپنی خفگی کی وجہ بتا دے مگر وہ اس کے سامنے نہیں اس سے
وکیل کے سامنے گڑگڑاتا منت کرتا کہ وہ اس سے پوچھیں کہ اس آئی وہ اس کے
کیا چیز بری لگی ہے مگر اس کا وکیل ہمیشہ کہتا۔ سے کیا غلطی ہوئی ہے اسے
''رہنا نہیں چاہتیں وہ آپ سے طلاق چاہتی ہیں۔ وہ کہتی ہے کہ وہ آپ کے ساتھ''

اور پھر وہی ہوا تھا جو ایمن نے چاہا تھا سعد نے بہت کوشش کی تھی کہ کیس کو

لٹکا دیا جائے مگر ایسا نہیں ہوا ایمن کے وکیل بہت نامی گرامی تھے۔ اور وہ پیسہ پانی کی طرح بہا رہی تھی۔

کیس کورٹ گیا اور سعد کے کردار کے بارے میں ایمن کے وکیل نے بے شمار باتیں کہیں ، انہوں نے جھوٹے گواہوں کے ساتھ کورٹ میں ثابت کر دیا کہ سعد ایک بد کردار شخص ہے جو بیوی کو مارتا پیٹتا ہے ، اور اس کی کوئی ذمہ داری پوری نہیں کرتا اور اپنی بیوی کو مجبور کرتا ہے کہ وہ اپنے میکے سے روپے لائے اور وہ ایمن کے کردار پر شک بھی کرتا ہے ایسے شخص کے ساتھ کوئی عورت نہیں رہ سکتی۔

میں جانتی تھی سعد ایسا نہیں ہے وہ ایسا ہو ہی نہیں سکتا میرے گھر والے جانتے تھے کہ یہ سب غلط ہے مگر عدالت میں اس کے خلاف گواہ موجود تھے ، ثبوت تھے اور ایمن بس ایک بار کوٹ میں آئی تھی اور اپنی لاجواب اداکاری سے اس نے سب کو ہرا دیا تھا ، آنکھوں میں ہلکی ہلکی نمی لیے آنکھیں جھکائے بکھرے بالوں اور لرزتی آواز کے ساتھ اس نے اپنے بیان سے کیس جیت لیا تھا۔

کورٹ نے اس کے حق میں فیصلہ دے دیا تھا اور اب ہمارے کرنے کو کچھ نہیں رہا تھا ، سعد فیصلہ سن کر وہیں عدالت میں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا تھا مگر ایمن کسی کو دیکھے بغیر ان ہی لوگوں کے ساتھ واپس چلی گئی تھی جن کے ساتھ وہ آئی تھی تب کسی کی سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ اس نے ایسا کیوں کیا؟

''پچھلے ایک سال سے وہ بہت عجیب ہو گئی تھی ، معمولی باتوں پر سعد سے جھگڑتی اس نے سعد سے بے تحاشا فرمائشیں شروع کر دی تھیں ، سعد ان سب باتوں سے پریشان تھا ، مگر پھر بھی وہ اس کی ہر بات مان لیتا تھا ۔ کچھ عرصہ پہلے اس کے پارٹنر نے اپنا بزنس الگ کر لیا تھا سو اسے مالی طور پر کچھ نقصان برداشت کرنا پڑا تھا ، پھر ایمن جو فرمائش کرتی اس نے بھی مالی طور پر اسے کافی نقصان پہنچایا تھا ، پہلے وہ جتنا جیب خرچ اسے دیتا وہ اس پر ہی بہت خوش تھی کیونکہ وہ اس کی ضرورت سے زیادہ ہوتا تھا مگر اب وہ جتنا بھی دیتا وہ خوش نہ ہوتی بلکہ ہر دو چار دن کے بعد کسی نہ کسی بہانے وہ مزید روپوں کا مطالبہ کر دیتی۔

وہ ہر وقت گھر سے باہر رہتی تھی اور حدید پر بھی اس کی توجہ کم ہو گئی تھی مگر ہم نے یہ کبھی نہیں سوچا تھا کہ وہ اس طرح کرے گی۔ ''

خالہ نے خلع کے بعد ہمیں بتایا تھا حدید بہت چھوٹا تھا اور خالہ اسے سنبھال نہیں پاتی تھیں سو وہ اسے ہمارے گھر چھوڑ گئیں ہم لوگ خالہ اور سعد سے نظر ملانے کے قابل نہیں رہے
تھے بلکہ ہم تو کسی کا بھی سامنا نہیں کر سکتے تھے۔ ہر آنے والا یہی تذکرہ چھیڑ کر بیٹھ جاتا اور ہماری ندامت میں اضافہ کرتا جاتا۔

ایمن نے خلع کے بدلے سب کچھ چھوڑ دیا تھا۔ جہز کا سامان حق مہر حتٰی کہ حدید کو بھی ، وہ دو سال کا تھا اور ہر وقت روتا رہتا تھا مجھے اس پہ بے تحاشا ترس آتا اور میں سارا دن اسے اٹھائے پھرتی اس کی وجہ سے میں نے اسکول بھی چھوڑ دیا۔ آہستہ آہستہ وہ مجھ سے مانوس ہو گیا مجھے اس سے اس لیے محبت تھی کہ وہ ایمن اور سعد کا بیٹا تھا اور اس لیے بھی کہ اس نے ماں کے ہوتے ہوئے بھی اسے کھو دیا تھا۔

میں جب بھی اس کا چہرہ دیکھتی ، مجھے ایمن یاد آ جاتی ، وہ بالکل اس کی کاربن کاپی تھا صرف رنگت کا فرق تھا ایمن سرخ و سفید تھی تو حدید سعد کی طرح گندمی رنگت کا تھا۔

''ہم نے سعد سے تمہارے نکاح کا فیصلہ کیا ہے۔ ''

خلع کے ایک ماہ بعد ایک رات امی نے مجھ پر قیامت توڑی تھی۔

''جتنی ذلت اور رسوائی سعد کو ایمن کی صورت میں برداشت کرنی پڑی ہے اس کا واحد حل یہ ہے کہ میں تم سے اس کی شادی کروا کر ان داغوں کو ختم کر دوں جو ایمن نے اس کے کردار پر لگائے ہیں ، لوگ سعد کے بارے میں جو شبہات رکھنے لگے ہیں وہ ختم ہو جائیں گے تمہارے علاوہ حدید کی زندگی تباہ ہو جائے گی آخر شادی تو اسے کرنی ہی ہے تو پھر تم سے کیوں نہیں ، پھر تمہاری خالہ اور سعد بھی یہی چاہتے ہیں۔ ''

''سعد بھی یہی چاہتا ہے ۔ '' میں نے سوچا تھا اور ہاں کر دی تھی۔

''ہاں واقعی حدید کو میرے علاوہ اور کون چاہ سکتا ہے؟ '' میرے ذہن سے ابھرنے والی دوسری سوچ حدید کے لیے تھی۔

میں نے زندگی میں کبھی کوئی مشکل کام نہیں کیا تھا (یہ میرا خیال تھا) اور میں نے سوچا تھا کہ اب مجھے ایک مشکل کام کرنا پڑے گا۔ سعد کو یہ یقین دلانا تھا کہ میں ایمن کی طرح نہیں کروں گی میں ایمن سے بہتر ہوں مجھے اس کے دل میں اور اس کے گھر میں اپنی جگہ بنانی تھی مگر مجھے یہ مشکل کام کرنا ہی نہیں پڑا جس سعد سے میری شادی ہوئی تھی عورت پر سے اس کا اعتبار اٹھ چکا تھا اور میں بھی عورت تھی پھر ایمن کی بہن تھی یہ میری ذات کو اور بھی ناقابل یقین بناتا تھا اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ میں اس کی وہ سابقہ منگیتر تھی جسے وہ ٹھکرا چکا تھا۔

خالہ کو ہمیشہ مجھ پر یقین تھا اور بعد میں بھی رہا سو مجھے ان کا اعتماد جیتنے کے لیے کچھ بھی نہیں کرنا پڑا ، سعد کو نہپہلے مجھ پر یقین تھا نہ بعد میں ہی کبھی ہونا تھا سو اس کا اعتماد جیتنے کیمیری ہر کوشش بری طرح ناکام رہی وہ مجھ سے صرف کام کی بات کرتا تھا اور جب کرتا بھی تو

جھڑکنے یا ڈانٹنے والے انداز میں وہ مجھ سے باقاعدہ لڑتا نہیں تھا شاید میں نے کبھی اس کا موقع ہی نہیں دیا تھا۔

وہ میری ذات سے ہمیشہ بے نیاز رہتا تھا جیسے میرے ہونے یا نہ ہونے سے اسے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا اور میں جانتی تھی کہ اسے واقعی کوئی فرق نہیں پڑتا تھا ، اسے میری کسی ضرورت سے کوئی غرض نہیں تھی وہ ہر ماہ مجھے ایک محدود سی رقم تھما دیتا اور پھر پورا ماہ مجھے اسی رقم میں گزارا کرنا پڑتا تھا ، میں اس سے کسی بات کا شکوہ اس لیے نہیں کر سکتی تھی کیونکہ یہ سب میری اپنی بہن کا کھودا ہوا گڑھا تھا جس میں مجھے گرنا پڑا تھا ۔ میں سعد کو اس رویے پر حق بجانب سمجھتی تھی سو مجھے کبھی اس سے شکایت نہیں ہوئی تھی بلکہ اس کی ہر زیادتی پر مجھے ایک عجیب سی تسلی ہوتی کہ میں ایمن کی زیادتیوں کی تلافی کر رہی ہوں۔

ایمن نے سعد سے خلع کیوں لی تھی یہ بات زیادہ عرصہ راز نہیں رہی تھی ، اس نے اپنی عدت پوری ہونے کے اگلے ہی دن سعد کے اس دوست سے شادی کر لی تھی جو اس کا بزنس پارٹنر تھا اور جس نے کچھ عرصہ پہلے سعد سے اپنا بزنس ختم کر لیا تھا یہ اس اقدام کے لیے تیاری تھی جو ایمن کرنے والی تھی۔

اظہر ، سعد کا بہت گہرا دوست تھا عمر میں سعد سے کافی بڑا تھا مگر پھر بھی سعد سے اس کی بہت دوستی تھی اور وہ سعد کے گھر بہت آیا کرتا تھا۔ پتا نہیں ان دونوں کو ایک دوسرے میں کیا چیز اچھی لگی۔ شاید اظہر کو ایمن کی خوبصورتی نے گھائل کیا ہو گا اور ایمن اس کی دولت سے متاثر ہوئی ہو گی وہ بہت امیر تھا سعد شکل میں اس سے اچھا سہی مگر دولت میں وہ کسی طور بھی اس کے برابر نہیں تھا اظہر شادی شدہ تھا اور اس کے چار بچے تھے مگر اس نے بھی ایمن سے شادی کرتے ہی اپنی بیوی کو طلاق دے دی تھی۔

اور جب سعد کو اس شادی کی خبر ملی تھی تو اس پر جیسے جنون سوار ہو گیا تھا اس دن وہ بغیر کسی وجہ کے مجھ سے لڑ پڑا تھا اور پھر گھر کی جو چیز اس کے ہاتھ لگی اس نے توڑ ڈالی ، برتن ، گملے، ڈیکوریشن پیسز، دیوار پر لگی ہوئی تصویریں ہر چیز، میں دم سادھے حدید کو گود میں لیے غم زدہ چہرے کے ساتھ اسے دیکھتی رہی پھر وہ گھر سے چلا گیا خالہ اس کے جانے کے بعد بازار سے آئی تھیں میں اس وقت چیزیں سمیٹ رہی تھی۔

’’کچھ نہیں بس سعد کو غصہ آ گیا تھا۔ ‘‘ میں نے ان کے استفسار پر بغیر ان کی طرف دیکھے جواب دیا تھا، میرے دل میں تب بھی سعد کے خلاف غصہ پیدا نہیں ہوا، میں جانتی تھی وہ
صدمے کے عالم میں تھا اظہر اس کے لیے آستین کا سانپ ثابت ہوا تھا، یہ چیز اسے برداشت نہیں ہو رہی ہو گی کہ اس کے اعتماد کا خون کیا گیا تھا، اور یہ سب اس کی ناک کے نیچے ہوا تھا اور سے پتہ نہیں چلا۔

پہلے عورت سے اس کا اعتماد اٹھا تھا پھر دوستی سے بھی اٹھ گیا میرے لیے زندگی پہلے بھی آسان نہیں تھی۔ ایمن کی شادی کے بعد اور بھی مشکل ہو گئی، سعد کا کاروبار کافی خراب حالت میں تھا، اس لیے اس نے کاروبار میں سرمایہ لگانے کے لیے گھر بیچ دیا۔ ہم تین کمروں کے ایک کرائے کے فلیٹ میں شفٹ ہو گئے سعد نے اپنی گاڑی بھی بیچ دی، مجھے اپنا زیور بھی بیچنا پڑا، بہت سے اخراجات میں ہمیں کمی کرنی پڑی مگر مجھے سعد سے کبھی کوئی شکوہ یا شکایت نہیں ہوئی ، جو ہو رہا تھا وہ میری تقدیر میں تھا یہ میں سوچتی تھی۔

سعد کو کسی چیز پر اعتبار نہیں رہا تھا سارے رشتے اس کے لیے بے معنی ہو چکے تھے۔ میری ذات میں اسے پہلے ہی کوئی دلچسپی نہیں تھی مگر ایمن کی شادی کے بعد وہ خالہ اور حدید سے بھی بے نیاز ہو گیا تھا اسے خالہ سے یہ شکایت تھی کہ انہوں نے ایمن پر نظر کیوں نہیں رکھی مگر خالہ اسے یہ سمجھانے سے قاصر تھیں کہ اس نے خود انہیں ایمن پر کوئی پابندی لگانے سے منع کر دیا تھا، اور اب وہ انہیں ہی قصور وار ٹھہراتا تھا۔ اسے حدید میں بھی کوئی دلچسپی نہیں رہی تھی۔ پہلے وہ کبھی اسے اٹھا لیا کرتا تھا اس کے ساتھ کھیلا کرتا تھا مگر ایمن کی شادی کے بعد جیسے اس کی پوری زندگی بدل گئی تھی۔ وہ رات دیر گئے گھر واپس آتا اور صبح سویرے چلا جاتا اور بعض اوقات تو وہ دو دو دن گھر نہ آتا۔ میں جانتی تھی کہ وہ اپنا سارا وقت اپنے کاروبار کو دیتا ہے اس لیے مجھے اس کے ان معمولات پر اعتراض نہیں ہوتا تھا اور اگر ہوتا بھی تو اس کا کیا فائدہ ہوتا، میں کسی بھی طرح اس پر اثر انداز نہیں ہو سکتی تھی۔

وقت ایسے ہی گزر رہا تھا میری توجہ اور دلچسپی کا واحد مرکز حدید تھا اس کے علاوہ میرے پاس کچھ نہیں تھا نہ ہی آئندہ کچھ آ سکتا تھا شادی کے فورا بعد ہی سعد نے مجھ پر واضح کر دیا تھا کہ وہ اب کوئی اولاد نہیں چاہتا اس کے لیے حدید ہی کافی ہے۔

زندگی میں پہلی بار میں نے اس بات پر اعتراض کیا تھا لیکن اس نے اتنی بری طرح مجھے جھڑکا تھا کہ میں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی۔ میرے آنسوؤں نے اسے مزید بھڑکا دیا تھا اس نے کہا تھا۔

''یہ حربے مجھ پر استعمال نہ کرو یہ ڈراما بند کرو۔ ''

وہ نہیں جانتا تھا کہ میں حربے استعمال کرنے والوں میں سے نہیں ہوں یہ ہنر آتا ہوتا

تو میری زندگی اتنی ناکام نہ ہوتی مگر خیر میں اسے کیا سمجھا سکتی تھی صرف خود کو سمجھا سکتی تھی سو میں نے خود کو سمجھا لیا۔

میں نے حدید کو کسی انتقامی جزبے کا نشانہ نہیں بنایا اس کا فا ئدہ ہی کیا ہوتا جیسے وہ کیوں کاٹتا میں کسی اور کی غلطی کی سزا کاٹ رہی تھی۔

سعد کا کاروبار دوبارہ بہتر ہونا شروع ہو گیا تھا اب وہ ذیادہ باہر نہیں رہتا تھا، حدید کے ساتھ بھی اس کا رویہ ٹھیک ہو گیا پھر آہستہ آہستہ زندگی قدرے بہتر ہو گئ تھی۔ اگر کسی سے بے التفاتی کم تھا تو خالہ سے بھی اس کے گلے ختم ہو گئےتھے ۔ مگر نہیں تھی میری ذات کا نہیں ہو ئ تھی تو وہ میں تھی اور مجھے اس سے کوئ تو قع

میرا ساتھی،میرا محور تو حدید تھا وہ میرا سب کچھ تھا میرا دوست،میرا بیٹا،
بتاتی جب ہمراز،میرا غمگسار،میرا ہمدرد سب کچھ وہی تھا میں اپنی ہر بات اسے
اسے سلا رہی ہوتی یا اس کے ساتھ کھیل رہی ہوتی،اسے میری کسی بات کی سمجھ
نہیں آتی تھی-مگر مجھے لگتا جیسے وہ سب سمجھ رہا ہے-
واقعی محبت کرتا تھا مجھے دیکھ کر جس کی وہ واحد شخص تھا جو مجھ سے
چلا آتا تھا اسے ہر کام میں میرا سہارا آنکھوں میں چمک آتی تھی جو میرا لمس پا کر
کھاتا تھا ،اور جب تک سب کچھ ایسا تھا چاہیے ہوتا تھا میرے بغیر وہ کھانا تک نہیں
-مجھے کسی چیز کی تمنا نہیں تھی
-سے میرا پیار دیکھ کر کہا کرتی تھیں خالہ اس
سے تمہیں کتنا سکھ ملے گا یہ تمہیں اس سے ایسی ہی محبت کرتی رہنا دیکھنا اس"
-"رانیوں کی طرح رکھے گا
-گیلی آنکھوں سے ہنس دیتی تھی میں ان کی بات پر
تھیں سعد مجھے ہمیشہ میری جب تک خالہ زندہ تھیں میرے لئے بہت بڑا سہارا
مطالبہ نہ کرتی ضرورت سے کم روپے دیتا اور میں اسے کبھی اس سے ذیا دہ کا
رقم دیتا تھا جب اس کا کاروبار بہت اچھا ہو گیا تھا تب بھی وہ مجھے پہلے جتنی ہی
تھا،تب خاہ اور میرے لئے اس لگی بندھی رقم میں گھر چلانا کافی مشکل ہو جاتا
مجھے میرے کام آتی تھیں سعد انہیں کافی روپے دیتا رہتا تھا اور یہ سارے روپے
دیتی رہتیں-پھر وہ کچھ عرصہ بیمار رہنے کے بعد وفات پا گئیں گھر ایک دم سونا
- سونا لگنے نگا تھا
سب نصیحتوں کا وہ مرنے سے پہلے سعد کو بہت نصیحتیں کرتی رہی تھیں ،اور ان
کے اثر ہوا ہو یا نہ ہوا ہو مگر یہ ضرور ہوا کہ اس نے مجھے میری ضرورت
مطابق روپے دینے شروع کر دیے اور اکثر بغیر ما نگے بھی وہ مجھے روپے دیتا
-رہا

کچھ عرصے بعد میری امی کا بھی انتقال ہو گیا تھا با قی سب رشتہ داروں سے میں
سعد کی وجہ سے پہلے ہی کٹ چکی تھی- سو اب بس حدید تھا جو میرا اکلوتا اثاثہ تھا
اسکول جانے لگا تھا اور جب تک وہ اسکول میں رہتا میں پورے گھر میں بولائ وہ
اس کے آنے کا وقت ھوتا تو میں گیٹ کے پاس چکر لگاتی رہتی اور جب پھرتی،جب
لگتا جیسے سب کچھ واپس آ گیا ہے - جیسے ہر چیز اپنی جگہ پر وہ آ جاتا تو مجھے
تھا صرف میرا اس کی زبان پر اگر کسی کا نام آتا تھا تو وہ واپس آ گئ ہے- وہ میرا
لئے مسکراہٹ ابھرتی تو وہ میرا وجود تھا ارد گرد کہیں میں تھی چہرے پر کسی کے
-بھی نہیں تھا بس میں تھی بھی کوئ ایمن نہیں تھی-سعد
میں نہیں جانتی حالانکہ وہ اس حدید سعد سے زیادہ مانوس نہیں تھا ایسا کیوں تھا یہ
تھا لیکن حدید سے وہ سےبہت محبت کرتا تھا، میرے ساتھ اس کا سلوک جیسا بھی
حدید سے واقعی محبت کرتا تھا صرف ایمن کی شادی کے کچھ عرصے بعد اس نے
بھی بے اعتنائ برتی تھی مگر بعد میں وہ بے اعتنائ ختم ہو گئ تھی مگر حدید پھر
اس سے کچھ الگ ہی رہنا پسند کرتا تھا ، اور یہ احساس کہ حدید کے لئے سب سے
- میں ھوں میرے لئے بہت تسکین بخش تھا اہم
کوئ خبر نہیں ملی تھی سوائے ایمن کے بارے میں اس پورے عرصے میں مجھے
سکون دیا تھا اس اس کے کہ وہ امریکہ چلی گئ تھی اور اس خبر نے مجھے بہت

کبھی نے کبھی حدید کے ساتھ کوئ رابطہ رکھنے کی کوشش نہیں کی اور مجھے
کبھار اس بات پر حیرت ہوتی تھی مگر میرے لئے یہ بات سکون کا باعث بھی تھی
کیونکہ اس سے رابطہ رکھنے کی صورت میں حدید مجھ سے اتنی محبت بھی نا کرتا
- ہی ہوا اس نے حدید کے ساتھ کوئ رابطہ نہیں رکھا سو اچھا
تھا اس کا قد میرے برابر آ گیا تھا تب وہ نویں میں تھا اور وہ حدید ماشا اللہ بڑا ہو گیا
مشابہت رکھتا تھا بس اس کی رنگت ایمن جیسی نہین تھی - وا ضح طور پر ایمن سے
تھا وہ کافی بے صبرا تھا ہمیشہ یہ ہی چاہتا تھا کہ مگر اس کا مزاج ایمن جیسا ھی
کے مطابق کروں اور میں ------ میں ویسے ہی میں ہر کام اس کی خواہش اور مرضی
-کرتی
کاروبار ترقی کرتا جا رہا تھا روپیہ جیسے اب اس کے وقت گزرنے کے ساتھ سعد کا
کو ہاتھ لگاتا وہ اس کے لئے سونے کی کان بن جاتا پیچھے بھا گ رہا تھا وہ جس کام
فلیٹ میں نہیں رہتے تھے بلکہ گلبرگ میں چھ اب ھم اس تین کمروں کے کرائے کے
میں تین تین گاڑیاں کھڑی رہتی تھیں کنال کے ایک بنگلے میں رھتے تھے اب گھر
-گھر میں کام کرنے کے لئے نوکر تھے
سب چیزوں ان سب آسائشوں کو دیکھ کر سوچا کرتی کہ یہ سب ایمن کا مقدر میں ان
انتظار کر کر لیتی تھوڑا صبر کر لیتی پھر کچھ بھی نہ بگڑتا اس کے تھا اگر وہ کچھ
پہلے غلط فیصلوں نے

مجھے برباد کیا پھر سعد کو بھی تباہ کر دیا، یہ آسائشیں میری تمنا نہیں تھیں نہ
مجھے خوش کر سکتی تھیں ،ایمن کی خواہش یہی چیزیں تھیں اور وہ یقیناً انہیں پا کر
خوش ہوتی ،مجھے محبت کی چاہ تھی اور سعد کے بجائے کسی اور مرد سے شادی
میں مجھے وہ مل جاتی سعد کو ایمن کی ضرورت تھی اور اس کرنے کی صورت
نہیں کر سکتی تھی۔حدید جانتا تھا کہ میں اس کی ماں کمی کو دنیا کی کوئ چیز پر
سے جھوٹ نہیں بولا تھا ، ہاں مگر میں نے نہیں ھوں ،میں نے اس بارے میں اس
چکی ہے کیونکہ سعد یہی چاہتا تھا،پتا ایمن کے بارے میں اس سے کہا تھا کہ وہ مر
میں مجھ سے ذیادہ پوچھنے کی نہیں کیوں مگر حدید نے کبھی اپنی ماں کے بارے
کوشش نہیں کی -
تھیں اور وہ ان ہی میں مصروف رہتا تھا ۔وہ اس کی اپنی زندگی تھی اپنی سرگرمیاں
قابل تھا اتنا ہی محنتی تھا - اسٹوڈنٹ تھا ،اور جتنا brilliant بہت
پڑتی تھی۔مگر جوں جوں وہ بڑا مجھے بچپن میں اس کی اسٹڈیز پر کافی توجہ دینی
میں چاہتی تھی وہ سول ہوتا گیا وہ خود ہی اسٹڈیز کو بہت سنجیدگی سے لینے لگا
کے لئے باہر بھیجنا سروسز میں جائے لگر سعد یہ نہیں چاہتا تھا وہ اسے اعلٰی تعلیم
بزنس سنبھالے مگر چاہتا تھا ،اور چاہتا تھا کہ وہ تعلیم مکمل کرنے کے بعد اس کا
تعلیم مکمل کرنا حدید نے اپنی راہ خود چن لی تھی وہ پاکستان میں ہی رہ کر اپنی
چاہتا تھا اور پھر سول سروس جوائن کرنا چاہتا تھا -

میں آپ کے بغیر نہیں رہ سکتا اور ویسے بھی جب بعد میں یھیں رہنا ہے تو اب ماما"
جاؤں -" اس کا جواب بڑا دو ٹوک تھا اور پھر سعد کے لاکھ کہنے اور کیوں باہر
باوجود وہ باہر نہیں گیا - چیخنے چلانے کے
پاس کر کے اس نے پولیس اس نے ایم بی اے کیا تھا اور پھر مقابلے کا امتحان

تھی پولیس سروس جوائن کر لی تھی میں اس کے اس فیصلے سے بہت پریشان ہوئ
پر کی جاب میں ہمیشہ جان کا خطرہ رہتا تھا اور میں حدید کو کسی صورت گنوانے
تیار نہیں تھی-میرے پاس اس کے علاوہ کچھ تھا ہی نہیں،مگر حدید میری بات ماننے
تیار نہیں ہوا- پر
جوائن کی مقابلے کے امتحان میں ٹاپ کرنے کے باوجود اس نے پولیس سروس ہی
اپنے آپ ان دنوں میں بہت خوش رہتی تھی وہ ٹریننگ کے لئے سہالہ میں تھا اور میں
کہ ساتویں آسمان پر بیٹھے محسوس کرتی تھی -اب میں کوئ بے سہارا عورت نہیں
تھی اب میں سعد کی محتاج نہیں رہی تھی-میرا اپنا بیٹا میرا بوجھ سنبھال سکتا تھا
میرے پاس میرا حدید تھا-
مگر آخر سعد کے وجود پر   اور پھر جیسے کوئ معجزہ ہو گیا تھا،بہت آہستہ آہستہ
نہیں کرتا تھا جمی ہوئ برف پگھلنے لگی تھی- وہ پہلے کی طرح مجھے نظر انداز
مجھ سے گاہے بگاہے بات کرتا رہتا

وہ خا موشی جو اتنے سالوں سے اس پر چھا ئ ہوئ تھی یک دم ٹوٹ گئ تھی وہ ہر
میں تو نہیں مگر ذیادہ تر باتوں میں میری رائے لینے لگا تھا میں یہ سوچ رہی بات
آخر میری محنت رنگ لے آئ تھی،میرا صبر رائیگاں نہیں گیا دیر سے ہی تھی کہ
کا دل جیتنے میں کامیاب ہو گئ تھی- سہی مگر میں اس
جیسے ہر چیز اپنے ٹھکانے پر آ گئ ہو وہ ڈیڑھ سال بہت اچھا گزرا تھا یوں لگتا تھا
حدید ،کیا دنیا میں اس سے بڑھ کر جیسے دنیا ایک دم روشن ہو گئ ،میں ،سعد اور
عمر کے اتنے سال ضائع ہوئے کچھ تھا کم از کم میرے لئے نہیں تھا ،کیا تھا اگر
کے سہارے بڑے آرام سے تھے،کیا تھا اگر سب کچھ گنوایا تھا زندگی اتنی سی محبت
گزاری جا سکتی تھی -جو مجھے ملی تھی-
لیے رشتے دیکھنے میں مگن تھی -وہ چھبیس سال کا ہو گیا تھا میں ان دنوں حدید کے
اس کا گھر بس جائے-شادی کے معاملے میں اس کی اپنی اور میں چاھتی تھی کہ اب
مجھ پر چھوڑ دیا تھا سعد ان دنوں ایک بزنس ٹرپ کوئ پسند نہیں تھی یہ کام اس نے
اور وہاں سے واپس آنے کے بعد وہ بہت مصروف کے سلسلے میں امریکہ گیا ہوا تھا
کے طور پر پہلی پوسٹنگ ہوئ تھی اور وہ ہو گیا تھا ان ہی دنوں حدید کی اے ایس پی
گیا تھا - ایبٹ آباد چلا گیا گھر ایک دم بہت سونا ہو
اوقات تو سعد اپنے کا موں میں مصروف تھا اور رات دیر گئے واپس آتا اور بعض
تھے اسے دو تین ہفتوں کے لئے باہر جانا پڑ جاتا تین چار ماہ اس ہی طرح گذر گئے
حدید ایک بار بھی گھر نہیں آ سکا وہ اپنی جاب میں اس قدر مصروف تھا کہ اسے
ہی نہیں ملتی تھی -فون وہ اکثر کیا کرتا تھا اور ہر دفعہ جب میں اسے بلانے فرصت
کرتی تو وہ مجھے اپنے مسائل بتاتا اور میں قا ئل ہو جاتی - پر اصرار
مجھے فون کیا اور ذیادہ تر سعد کے بارے میں ہی پوچھتا رہا پھر ایک دن اس نے
الجھا ہوا تھا ،مجھے لگا جیسے وہ بہت پریشان ہے،مگر ،اس کا لہجہ بہت عجیب،بہت
میں نہیں آیا-میں نے سوچا شاید گھر سے دوری اس پریشان کیوں تھا یہ میری سمجھ
- جلد گھر آنے کو کہا کا باعث ہے اس لیے میں نے اسے جلد از
"آؤں گا ممی آؤں گا آپ فکر نہ کریں -"
اور دو دن بعد وہ اچانک صبح سویرے گھر آ گیا تھا وہ بغیر ہمیں اس نے کہا تھا
سو گیا تھا- بتائے کمرے میں جا کر

اس کے میں اس وقت سعد کو آفس کیلئے تیار کروا رہی تھی جب ملیزم نے مجھے
بارے میں بتایا۔
پر قابو پا لیا کہ وہ اتنا میں فوراً اسے دیکھنا چاھ رہی تھی مگر پھر یہ سوچ کر دل
لمبا سفر

کے آیا ہے تھکا ہوا ہوگا۔ہم لوگ اس وقت ناشتہ کر رہے تھے جب سفید کرتے اور
بلیک جینز میں ملبوس وہ نیچے آگیا تھا وہ بہت خاموش تھا مجھے اور سعد کو بہت
نظروں سے دیکھ رہا تھا ہمارے ساتھ اس نے ناشتہ کیا تھا پھر سعد جب آفس گہری
اس نے کہا۔ جانے لگا تو
"مجھے آپ سے بات کرنی ہے ۔آپ ابھی آفس نہ جائیں۔"
کہا تھا اور پھر وہ دونوں مجھ سے کچھ بغیر اسٹڈی میں چلے گئے اس نے سعد سے
ٹیبل پر بیٹھی رہی مگر پھر بے اختیار سی ہو کر میں ان کے میں کچھ دیر تک ڈائننگ
دروازہ پوری طرح بند نہیں تھا شاید حدید کوئ رازداری پیچھے گئ تھی۔اسٹڈی کا
آنے والی آوازیں واضح تھیں۔ برتنا نہیں چاہتا تھا،اندر سے
"تو آپ نے میری ماں کو طلاق کیوں دی؟۔"
لگا چند لمحوں کیلئے زمیں کی گردش تھم گئ تھی۔میں نے زندگی میں بس مجھے
تھا اور وہ کہاں آکر آشکار ہوا تھا حدید کی آواز میں بہت برہمی ایک ہی جھوٹ بولا
تھی۔
میں انڈراسٹینڈنگ نہیں تھی۔"کچھ لمحوں کے بعد سعد نے جواب دیا تھا۔ ہم دونوں"
انڈراسٹینڈنگ کی بات کر رہے ہیں آپ،جنہیں اب آپ نے بیوی بنا کر رکھا ہے کس"
ساتھ انڈراسٹینڈنگ ہے آپ کی ؟"حدید کی آواز میں تمسخر تھا میں نے کیا ان کے
ٹکا کر آنکھیں بند کر لیں ۔ دیوار کے ساتھ سر
سوال کیا تھا۔ کیا تم ایمن سے ملے ہو۔"سعد نے بہت ہلکی آواز میں"
تھا اور میرے ابھی تک تو نہیں مگر ملوں گا ضرور۔"حدید نے بلند آواز میں کہا"
دماغ میں بہت سالوں پہلے ایمن کی کہی ہوئ بات گونجی تھی ۔
"چیزوں کو چھینتی نہیں ہوں وہ خود میری طرف آجاتی ہیں۔ میں"
واپس آگئ تھی۔ میں مزید کچھ سنے بغیر
بیٹھ کر سوچا تھا۔ تو کیا میں حدید کو بھٰی کھو دوں گے۔" میں نے ڈائننگ ٹیبل پر"
عالم میں وہاں بیٹھی تو پھر باقی رہے گا کیا ؟"بہت دیر تک میں خالی الذہنی کے"
رہی ایک بار عالیہ نے مجھ سے کہا تھا۔
بہلا لو جب اسے ماں یاد آئے گی تو تمہاری کوئ یاد باقی نہیں جتنا خود کو اس سے"
"رہے گی۔
واقعی ایسا ہی ہو گا ؟"میں نے خود سے پوچھا تھا،کافی دیر بعد سعد نیچے آیا تھا کیا"
مجھ سے کچھ کہے بغیر اپنا بریف کیس اٹھا کر چلا گیا میں اسے چھوڑنے اور
گئ، دروازے تک نہیں
بس اپنی اس مشکل کا حل سوچتی رہی، میں اس پر کیا پڑھ کر پھونکوں کہ وہ ایمن
بھول جائے اس کے بارے میں بات تک نہ کرے، وہ بس وہی حدید بن جائے میری کو
چلنے والا۔ انگلی پکڑ کر
ھے پردہ نہیں میں اس پر ظاہر نہیں کروں گی کہ میں نے کچھ سنا ہے جب تک پردہ"
حدید ہی رہنا چاہیے۔" میں نے بالآخر طے کیا تھا اس دوپہر میں نے اپنے ہاتھ سے

کے سارے پسندیدہ کھانے پکائے تھے مگر اس سے پہلے کہ میں اسے جگانے جاتی
لاؤنج میں آ گیا تھا، وہ یونیفارم میں ملبوس تھا اور جب میں نے اسے کھانے وہ خود
کہا تو ایک بےتاثر چہرے کے ساتھ اس بے کہا تھا۔ کے لیے
کام ہے اس کے لیے مجھے جانا ہے۔" میں نے مجھے بھوک نہیں ہے ایک ضروری"
لےکرگیراج میں چلا گیامیں اس کے ساتھ ہی باہر بہت اصرار کیا تھا مگر وہ اپنا بیگ
آ گئی تھی۔

اس سے پوچھا تھا۔ اب کب آؤ گے؟"میں نے"
کھلےدروازےپرہاتھ جمائے مجھے پتا نہیں۔" اس کا لہجہ بہت سپاٹ تھا۔ وہ کار کے"
کہنا چاہ رہا تھا میں دیکھتا رہا مجھے یوں لگاجیسے وہ جانےسےپہلےمجھےکچھ
دیکھتی رہی مگر کٹہرے میں کھڑے مجرم کی طرح سزا سننے کے انتظار میں اسے
بغیر چلا گیا اس نے کچھ نہیں کہا وہ گاڑی میں بیٹھ کر پہلی بار مجھے خداحافظ کہے
نہیں اور میں بہت دیر تک کھلے گیٹ کو دیکھتی رہی۔ مجھے لگا جیسے وہ اب کبھی
آئے گا۔
لیے اپنی نہیں ایسا کیسے ہو سکتا ھے، میں نے اتنی محبت دی ہے اسے، اس کے"
دے۔" میں زندگی اپنی خوشیاں قربان کر دیں ایسا ہو ہی نہیں سکتا کہ وہ مجھے چھوڑ
نے خود کو تسلی دی تھی اور اندر آ گئی تھی۔
ہر روز حدید کو فون کرتی ہنس ہنس کر اس سے دن پھر گزرنے لگے تھے۔ میں
جو ڈوبنے سے پہلے ایک گہرا سانس باتیں کرتی بالکل اس ڈوبنے والے کی طرح
خود کو یا حدید کو میں نہیں ضرور لیتا ہے پتا نہیں میں کس کو دھوکا دے رہی تھی
کے درمیان نہ آئے جانتی بس میں یہ چاہتی تھی کہ کوئی ایمن میرے اور حدید
مگر۔۔۔۔ایسا ہوا نہیں۔
مجھے بتایا نہیں پھر بھی میں جان گئی۔ اب حدید ایمن سے ملنے گیا تھا اس نے
میں اسے دیکھتی اور ایک عجیب سا مجھے حدید کے آنے کی خوشی نہیں ہوتی تھی
رہتی مجھے لگتا ابھی وہ خوف مجھے اپنے حصار میں لے لیتا میں اسے دیکھتی
مجھ سے نفرت ہے مجھ سے لاتعلقی کا اظہار کر دے گا ابھی وہ کہے گا کہ اسے
عجیب تھا، وہ کیونکہ میں اس کی ماں نہیں ہوں مگر ایسا ہوا نہیں اس کا انداز بہت
طرح۔ کچھ نہ کہتے ہوئے بھی بہت کچھ کہہ جاتا تھا بالکل اپنی ماں کی

وہ مجھے عجیب نظروں سے دیکھتا تھا، پتا نہیں کیا ہوتا تھا اس کی آنکھوں میں،
میرا دل چاہتا تھا میں چیخ چیخ کر روؤں، اسے کہوں کہ میں بے اس پرکوئی ظلم
میں نے اس کی ماں سے کوئی زیادتی نہیں کی ہے مگر وہ کچھ پوچھتا ہی نہیں کیا
ماں زباں سے سب کچھ کہہ دیتی تھی وہ آنکھوں سے سب بیان کر نہیں تھا، اس کی
چبھتی نہیں تھی اس کی ان کہی مجھے خنجر کی طرح کاٹ دیتی دیتا تھا ایمن کی بات
تھی۔
مجھ سے اکھڑا اکھڑا رہنے لگا تھا، وجہ کیا تھی میں نہیں جانتی ان ہی دنوں سعد
جانتی تھی بس یقین نہیں کرنا چاہتی تھی حدید جب بھی آتا وہ سعد تھی، نہیں شاید میں
لمبی لمبی گفتگو کیا کرتا تھا اور بعض دفعہ وہ لڑ بھی پڑتا تھا، کے ساتھ تنہائی میں
سے باہر تک آتی اور میرا دل دہل جاتا۔ اس کی آواز اسٹڈی
کوشش نہیں کی اتنا حوصلہ ہی کہاں تھا، میں نے کبھی دوبارہ ان کی باتیں سننے کی
آرام مل جاتا تھا میں سکون اس عمر میں جب بڑے سے بڑے شخص کو بھی کچھ

سے محروم ہو گئی تھی، حدید نے ایک دن مجھے کہا تھا۔
"آپ۔۔۔۔۔آپ بہت احمق ہیں۔"
واحد جملہ تھا جس نے مجھے تکلیف پھر وہ برہم انداز میں باہر چلا گیا تھا، یہ
نہیں ہوئی تھی میں نے اس پہنچائی تھی ورنہ مجھے اس سے کبھی بھی کوئی شکایت
دن کچھ نہیں کھایا تھا۔
اپنے چہرے کی جھریاں گنتے ہوئے میں نے اس دن "ہاں میں واقعی احمق ہوں۔"
اپنے آپ سے کہا تھا۔
"ہے تو ٹھیک ہی ہو گا وہ غلط کہاں کہتا ہے۔ حدید نے کہا"
بہت حیران تھی سعد تو بیمار ہونے کی صورت اس دن سعد آفس نہیں گیا تھا، میں
مگر اس دن تو اس نے بغیر کسی وجہ میں بھی آفس کا ایک چکر ضرور لگاتا تھا
دوپہرکے قریب وہ کھانا کھانے کے چھٹی کر لی تھی، وہ صبح دیر تک سوتا رہا پھر
کھانا کھایا، یوں لگتا تھا کے لیے نیچے آیا تھا۔ بہت بےڈھنگے انداز میں اس نے
نے مجھے کہا تھا۔ جیسے وہ ذہنی طور پر کہیں اور ہے۔ کھانا کھانے کے بعد اس
"تم اوپر آؤ مجھے تم سے کچھ باتیں کرنی ہیں۔"
رک گیا تھا۔ میرا سانس
لیے چلی اب اسے مجھ سے کیا باتیں کرنی ہیں؟" مگر میں اس کی بات سننے کے"
گئی تھی اس نے مجھے کہا تھا۔

میری بات غور سے سننا مریم، صبر سے اور حوصلے سے۔" پھر اس نے مجھے "
ایک لفافہ میرے پاس بیڈ پر رکھ دیا تھا۔ دیکھے بغیر
سے محبت کرتا تھا اور اب بھی کرتا ہوں، تم اچھی ہو بہت اچھی ہو مگر میں ایمن"
میں گزارے ہیں اور میں اب اس اس کے بغیر میں نے جتنے سال گزارے ہیں جہنم
نہیں دینا چاہتا تھا مگر اس جہنم سے تنگ آ گیا ہوں تھک گیا ہوں، میں تمھیں طلاق
تمہیں طلاق دے دی کے بغیر میں ایمن سے شادی نہیں کر سکتا، اس لیے میں نے
"ہے۔ تین دن پہلے میں نے ایمن سے شادی کر لی ہے۔
طلاق کے کاغزات ہیں ایک فلیٹ کے کاغزات بھی ہیں اور کچھ چیکس اس لفافے میں
مسئلہ نہیں ہو گا، اس گھر سے تم جو لے جانا چاہتی ہو لے بھی، تمھیں کوئی مالی
"لے جاؤ تمھیں اجازت ہے۔ جاؤ، جتنا لے جاتا چاہتی ہو
میرے قریب بیڈ پر بیٹھا تھا میں بے یقینی کے عالم میں اس کا چہرہ دیکھتی رہی وہ
کتنا طویل تھا۔ اس کے اور میرے درمیان بس وہ لفافہ تھا اور یہ فاصلہ
کنوئیں سے آتی تم نے تو اس سے دھوکا کھایا تھا۔" مجھے اپنی آواز کسی اندھے"
سنائی دی تھی۔
شرمندہ ہے اور پھر غلطی تو ہر میں نے اسے معاف کر دیا ہے، وہ اپنے کیے پر"
تھا، وہ سب کی غلطیاں معاف ایک سے ہو جاتی ہے۔" وہ کتنا پرسکون تھا کتنا عظیم
سب کی غلطیاں معاف کر کر دیتا تھا، ایمن سب کی غلطیاں معاف کر دیتی تھی، حدید
تھی جسے کوئی دیتا تھا اور اللہ سب کی غلطیاں معاف کر دیتا تھا، بس ایک میں
بخشنے پر تیار نہیں تھا۔
تھا۔ اور حدید۔" میں نے نظریں چراتے ہوئے کہا"
وہ بھی یہی چاہتا ہے۔" کوئی چیز میرے گالوں کو بھگونے لگی۔"
یہی چاہتا ہے۔" میں نے زیرلب دہرایا تھا پھر میں اٹھ کھڑی ہوئی تھی کسی وہ بھی"

طرح چلتی ہوئی میں کمرے سے باہر آگئی۔ معمول کی
سعد کی آواز سنائی دی تھی مگر میں مریم یہ پیپرز لے لو۔" اپنے پیچھے مجھے"
چلتی رہی۔
وہ میرا راستہ روک کر کھڑا ہو گیا تھا۔ "مریم میں کہہ رہاہوں یہ لے لو۔"
گے۔" میں نے اسے کہا۔ میں انھیں کیا کروں یہ مجھے کیا دیں"
جھنجھلاتے ہوئے کہا تھا میں میں نہیں جانتا تم تماشہ نہ کرو بس لے لو۔" اس نے"
چلاتے ہوئے اسے نہیں جانتی پھر مجھے کیا ہوا تھا بس میں پاگلوں کی طرح
بددعائیں
دینے لگی تھی۔
برباد ہو جائے۔ میں اللہ کرے سعد تم مر جاؤ سب مر جاؤ ایمن، تم، حدید سب یہ گھر"
میں میرے سر کیا کروں اس لفافے کو لے کر بتاؤ، میں کیا کروں، تم نے اس عمر
ہے سے چادر کھینچ لی ہے، میرا بیٹا چھین لیا ہے، مجھے گھر سے محروم کر دیا
اور تم کہتے ہو میں یہ لفافہ لے لوں کیا یہ ان سب چیزوں کی کمی پوری کر دے گا
"لاؤ، لاؤ میں لے لیتی ہوں اسے لے لیتی ہوں۔
جھپٹ لیا تھا اور پھر اس کے ٹکڑے ٹکڑے میں نے بات کرتے کرتے لفافہ اس سے
سیڑھیوں میں ہی کھڑا رہا تھا وہ میرے کر کے سیڑھیوں میں پھینک دیے، سعد وہیں
کرتی ہوئی نیچے اتر آئی گھر کے سب پیچھے نہیں آیا میں بلند آواز سے روتی باتیں
ہوں گے کہ اب میری اوقات نوکر ہکا بکا مجھے دیکھ رہے تھے، شاید وہ جان گئے
آقا نے مجھے نکال اس گھر میں ان کے برابر بھی نہیں رہی تھی میرے مالک میرے
کوئی کیا تھا اور وہ بھی تب جب مجھے ایک چھت کی سب سے زیادہ ضرورت تھی
اس عمر میں کسی کو اس طرح بےعزت کرتا ہے جیسے اس نے مجھے کیا۔
کے سامنے کیسے جاؤں گی؟ میں کیا جھوٹ بولوں گی؟ میں کیا بتاؤں میں لوگوں
میرے وجود کو جلا رہی تھی میں نے کون سی نیکی کون گی؟ سوالوں کی ایک آگ
اجر ملا؟ سا ایثار نہیں کیا مجھے اس کا کیا
نہیں میں نے تمھارے لیے کون سی قربانی نہیں دی، تمہاری کون سی اذیت برداشت"
کی، پچھلے پچیس سالوں سے تمہارے ساتھ رہی ہوں، یہ ایمپائر تم نے میری وجہ
کھڑی کی ہے۔ یہ گھر یہ گاڑیاں یہ دولت تمہارے جسم پر موجود کپڑے تک سے
میری قربانی، میرے ایثار، میرے صبر کی بدولت ورنہ تم تھے کیا، میری بدولت ہیں۔
جاگ کر پالا ہے، میں نے اسے چلنا اسے ہنسنا اسے بولنا میں نے حدید کو جاگ
قابل بنایا ہے جو وہ آج ہے، تم نے نہیں ایمن نے نہیں، سکھایا ہے، میں نے اسے اس
ہے، مگر وہ نمک حرام، احسان فراموش تھا، آخر تم تم لوگوں نے بس اسے پیدا کیا
ہی تھا، میں ہی بھول گئی کہ وہ بھی سانپ ہے لوگوں کا خون تھا اسے یہ سب تو کرنا
"تمہارے جیسا ایمن جیسا۔
آواز سے چلاتی ہوئی الٹے قدموں لاؤنج سے نکل گئی تھی وہ میرے پیچھے میں بلند
بھی میرے پیچھے نہیں آیا، میں پاگلوں کی طرح دوڑتی ہوئی گیٹ سے نہیں آیا کوئی
باہر نکل گئی۔
پچیس سال کے جمع کیے ہوئے آنسو آج ابل پڑے تھے پھر انھیں روکنا ان پر بند
باندھنا میرے بس سے باہر تھا، اپنا خون اپنا ہی ہوتا ہے، مجھے یقین نہیں آتا تھا اس
بات پر مگر حدید نے اسے ثابت کر دیا تھا، پتا نہیں میرا دوپٹہ اور جوتا کہاں رہ گئے
تھے مجھے بس یہ یاد ہے کہ

میں کسی سڑک پر بے تحاشا بھاگ رہی تھی۔ گاڑیاں مجھے سامنے دیکھ کر بریک
ان کے ڈرائیو اونچی آواز سے اپنی ناراضگی کا اظہار کرتے اور میں بس لگاتیں
تھی۔ بھاگتی جارہی
تھا پتا نہیں میں کب تک اس طرح بھاگتی رہی، ہاں مجھے یاد ہے کہ اس وقت اندھیرا
اورمیں شہر سے باہر جانے والے کسی راستے پر سڑک کے کنارے گر کر رونے
مجھے حدید یاد آرہا تھا، اس نے ایک بار بھی نہیں سوچا کہ میں نے اس لگی تھی،
ہے۔ ساری ساری رات میں اسے گود میں لے کر بیٹھی رہا کرتی سے کتنی محبت کی
لگتا تھا جیسے کسی نے مجھے زخمی کر دیا ہے۔ تھی۔ اسے خراش آتی تو مجھے
دنیا ڈوب رہی ہے وہ ایک وقت کھانا نہ اس کی آنکھوں میں آنسو آتے تو مجھے لگتا
کھاتا تو مجھے سارا دن بھوک نہ لگتی۔
بھی یہی چاہتا ہے۔" سعد کی آواز میرے کانوں میں گونج رہی تھی۔ میں اوندھے وہ"
زمین پر پڑی بلک رہی تھی۔ منہ کچی
ہے، میرا کیا ہے، اب تمہاری تم بھی ایمن کے ہو، سعد بھی ایمن کا ہے تو میرا کیا"
کرے گی، تمہارے ساری محبت ساری توجہ ایمن کے لیے ہو گی، وہ تمہاری شادی
اٹھا کر رکھو بال بچے پالے گی اور پھر جب بوڑھی ہو گی تو تم اس کو ہتھیلیوں پر
"گے اور میں یونہی پھروں گی۔
بات میرے دل پر ایک اور خراش لگا رہی میں خود سے باتیں کر رہی تھی اور ہر
تھی۔
"کیوں رو رہی ہو؟ آئی کیسے ہو یہاں۔ اماں! اماں! کون ہو تم؟ یہاں اس طرح"
تھی۔میں نے سر اٹھا کر اسے دیکھا ایک آواز نے مجھ پر سوالوں کی بوچھاڑ کر دی
تھا، ایک لمبا سا آدمی میرے سر پر کھڑا تھا۔
سڑک پر کھڑی اس کی ٹرالی کی لائٹس روشن تھیں اور اس روشنی میں اس کی
واضح تھی۔ صورت بہت
پتا نہیں "میرا شوہر فوت ہو گیا ہے آج میرے بیٹے نے مجھے گھر سے نکال کیا۔"
یاد ہے میں میں نے کیا سوچا تھا اور یہ کہا تھا۔ پتا نہیں میں نے کیوں کہا مگر مجھے
نے بہت بلند آواز سے جیسے کوئی گلہ اس سے کیا تھا اس نے مجھے کہا تھا۔
تمھیں دفع کرو اماں ایسی اولاد کو، اولاد نہ ہوئی کتا ہو گیا۔ تم میرے ساتھ چلو میں"
"اپنے پاس رکھوں گا۔
ساتھ جانے کے لیے تیار ہو گئی پتا نہیں مجھے کیا ہوا تھا مگر میں ایک دم اس کے"
کر ایک چادر نکال کر اس نے اپنی چپل مجھے پہنا دی اور پھر ٹرالی میں بٹھا
کیا بتاتا رہا۔ مجھے اوڑھا دی سارے راستے ٹرالی چلاتے ہوئے وہ مجھے پتا نہیں
اپنے مجھے کچھ سنائی نہیں دیا تھا پھر وہ مجھے

گھر لے آیا تھا۔ گھر میں اس کی اپنی ماں بھی تھی، مجھے دیکھ کر وہ حیران ہوئی
تھی مگر میرے تعارف نے اس کے چہرے پر نرمی بکھیر دی تھی اس نے مجھے
لپٹا لیا تھا۔

رہے تینوں رون دی کی لوڑ اے گھروں کڈیا اے دنیا وچوں تے نہیں، توں ساڈے نال"
جو روٹی ٹکر اسی کھانے آں تو وی کھا لئی۔" (تمھیں رونے کی کیا ضرورت ہے گھر

نکالا ھے ناں، دنیا سے تو نہیں، تم ھمارے ساتھ رھو جو دال روٹی ھم کھاتے سے
کھا لینا۔) میں سوجی ھوئی آنکھوں کے ساتھ اس کی بات کا جواب دیے ھیں تم بھی
رھی۔ بغیر اسے دیکھتی

ھے اپنی اولاد ایسی ھی ھوتی ھے اور اس پر ایسا ھی مان ھوتا ھے۔ جیسا اسے"
--- کتنے آرام سے کہ رھی ھے کہ میں اس کے پاس رہ جاؤں اور ایک میں ھوں کہ
-میری سوچوں کا سلسلہ اس کی آواز نے توڑ دیا تھا " ---

" کپڑے دینی آں او بدل لے تے نالے روٹی وی کھا لے۔ توں اندر آ میں تینوں"
(کپڑے دیتی ھوں وہ بدل لو اور کھانا بھی کھا لو۔ تم اندر آ جاؤ میں تمہیں)

بدلوائے تھے اور زبردستی چند لقمے مجھے کھلا دیے پھر اس نے میرے کپڑے
چارپائی بچھا دی، میری آنکھوں میں نیند نہیں تھے پھر اپنے پاس ھی اس نے میری
اور نہ ھی آنسو سب کچھ ختم ھو گیا بس میں تھی کچھ بھی نہ تھا نہ خواب نہ امیدیں
آنکھیں بند کیے لیٹی رھی۔

بیٹے کا نام اکبر تھا وہ اسکا اکلوتا بیٹا تھا، اکبر سے چھوٹی دو بہنیں تھیں اس کے
تینوں شادی شدہ تھے۔ اکبر کے تین بچے تھے دو بیٹے اور ایک بیٹی اور اس اور وہ
دن بچوں کے ساتھ میکے گئ ھوئی تھی، اکبر کے باپ کا کافی سال کی بیوی اس
اور اسکی وفات کے بعد اکبر ھی اسکی زمین پر کاشت کاری پہلے انتقال ھو گیا تھا
زمیندار نہیں تھا بس اوسط حیثیت کا مالک تھا لیکن وہ سب کرتا تھا، وہ کوئی بہت بڑا
-پاس تھا اور اس پر بھی جو ان کے پاس نہیں تھا خوش تھے اس سے بھی جو ان کے

رہی، وقت ایک دم میرے لیئے اپنے معنی کھو چکا تھا پتا نہیں میں وہاں کتنے دن
چکی تھی، بس مجھے یہ پتا تھا کہ میں زندہ ھوں بلکہ ھر چیز ھی اپنی اھمیّت کھو
میں روتی نہیں تھی میں ھنستی بھی نہیں تھی اس سے آگے کیا تھا کچھ معلوم نہیں ،
ایک کونے میں پڑی رھتی کوئی بس میں خاموش رہتی تھی۔ سارا دن کمرے کے
کوئی کپڑے بدلواتا تو بدل لیتی زبردستی کھانا کھلاتا تو چند لقمے زھر مار کر لیتی،
اور بس۔

سمجھوں مگر میں ایسا کیسے کرتی جسے بیٹا اکبر مجھے کہتا میں اسے اپنا بیٹا
تو وہ بھی کچھ ویسا ہی کرتا اس کی سمجھا تھا اس نے کیا کیا، اسے بیٹا سمجھتی
بار میرے پاس آتے میرا دل بیوی اور بچے بھے میرا بہت خیال کرتے تھے۔ بار
اکساتے مگر مجھے بہلانےکی کوشش کرتے تھے مجھے اپنے ساتھ باتیں کرنے پر
رہتا تھا۔ یہ سب نہیں آتا تھا، میری آنکھوں کے سامنے تو ھر وقت حدید کا چہرہ

ں سوچتی تھی اس وقت وہ سب کیا کر رھے ھونگے یقیناً بہت خوش ھونگے ۔ سعد،
حدید ان کا خاندان تو مکمل ھو گیا تھا، جو بچھڑا تھا مل گیا تھا وہ سب کوب ایمن،
ھوں گے، ایمن اور سعد کو حدید پر فخر ھو گا کہ اس نے اپنے ماں باپ کو ھنستے
حدید خوش ھو گا کہ اسے اس کی ماں مل گئی تھی پھر میری اسے ملا دیا اور

واقعی ماں تو ماں ھوتی ھے اور میں تو بس آیا تھی ظرورت ھی کیا رہ گئی تھی
ھے جو میں جتاتی۔ پالنے والی کا احسان ھی کیا ھوتا

تاریک کمرے کے سوچیں سانپوں کی طرح میرے ذھن کو ڈستی رھتی تھیں اور میں
ایک کونے میں آنکھیں بند کیئے پڑی رھتی تھی۔

گزر گئے تھے، مجھے اس اندھیرے تاریک کمرے میں کچھ اندازہ نہ جانے کتنے دن
چاھا وھاں سے نکلنے کو، سورج کی روشنی دیکھنے ھی نہیں تھا پھر ایک دن دل
اٹھ کر باھر آ گئی تھی، چند لمحوں کے کو، اس کی حدت محسوس کرنے کو اور میں
پھر آھستہ آھستہ آنکھوں کو کھولتے لئے روشنی نے میری آنکھوں کو چندھیا دیا تھا
کی تھی۔ ھوئے میں نے ارد گرد کے ماحول کو سمجھنے کی کوشش

اس سے کچھ دور ایک کونے میں اکبر کی بیوی تندور میں روٹیاں لگا رھی تھی اور
فاصلے پر اس کے بچّے چوزوں کے ساتھ کھیل رھے تھے، میں آھستہ آھستہ اور
باھر آ گئی، کچی زمین کو مٹی سے لیپا گیا تھا، بہت اچھا لگا تھا مجھے اس نیم گرم
زمین پر ننگے پاوں چلنا صحن کے وسط میں آ کر میں زمین کو ٹٹولتی رھی پھر میں
سکیڑ کر کروٹ کے بل زمین پر لیٹ گئی۔ ٹانگیں

سکون دیا تھا، میں اس طرح ٹانگیں نیم گرم زمین نے میرے جسم کو عجیب سا
سکیڑے آنکھیں بند کئے زمین پر پڑی رھی۔

آواز ماں چارپائی بچھا دیتی ھوں یہاں زمین پر کیوں لیٹ گئیں؟" اکبر کی بیوی کی"
اچانک میرے قریب ابھری تھی۔

دیا تھا کچھ دیر تک وہ اصرار کرتی نہیں ٹھیک ھے۔" میں نے نامکمل سا جواب"
گئی تھی کہ میں وھی رھی مگر میرے خاموش رھنے پر وہ چلی گئی تھی۔ جان
پر اوڑھائی کروں گی جو چاھتی ھوں، تھوڑی دیر بعد کسی نے ایک گرم چادر مجھ
تھی میں جانتی تھی یہ اکبر کی بیوی ھو گی، میں نے چادر سے اپنے چہرے اور
کندھوں کو اچھی طرح ڈھانپ لیا۔

کبھی کبھی اس خاموشی کو اکبر ایک عجیب سی خاموشی اور سکوت تھا ھر طرف،
کے بچوں کی
آوازیں توڑ دیتی تھیں مگر پھر ان کی ماں ڈانٹ کر انہیں خاموش کرا دیتی تھی۔

چلتے کیا میں نے کبھی سوچا تھا کہ میری منزل یہ ھو گی، ماربل کے فرش پر چلتے
میں خاک کی زمین پر سونے لگی تھی، اگر میری زمین کا حاصل یہ ھوتا تو پھر یہ
پچھلے پچیس سال کی محنت کس لئے، میں نے ان سے کیا پایا اور جو یوں ھونا تھا
ھی سہی آخر اس میں بھی برا کیا ھے کس کس کا ماتم میں کتنی دیر مناؤں تو یوں
ایمن کا، گھر کا یا پھر حدید کا، مجھے پھر حدید یاد آ گیا تھا، ھر بات کا گی۔ سعد کا،
وھیں جا کر رکتا تھا، ھر تان وھیں ٹوٹتی تھی، نہ جانے وہ کیا کر رھا ھو گا سلسلہ

اسے میرا خیال بھی آتا ہو گا کہ نہیں کبھی کبھی تو مجھے یاد کرتا ہو گا۔ پتا نہیں

ساتھ، میں نے ایک خوش فہمی سے خود کو بہلاناچاہا، کتنا خوش ہو گا وہ ایمن کے
اس کی یہ کمی بھی پوری ہو گئی تھی، میں واقعی احمق تھی جو یہ سمجھتی رہی کہ
میں نے اس کی ہر کمی پوری کر دی ھے اب وہ میرے علاوہ کسی کے بارے میں
ہو گا، مگر ایسا نہیں تھا میں نے چہرے پر سے چادر ہٹائی۔ سوچتا ھی نہیں

کی طرف لوٹتی ھے۔" کسی کی آواز میرے پاس گونجی تھی میں ہر چیز اپنے اصل"
لیا، کوئی میرے قریب آیا تھا پھر کسی نے میرے نے پھر سے چہرے کو ڈھانپ
یہ اکبر کا چھوٹا بیٹا ہو گا وہ اکثر پیروں سے پیروں پر ہاتھ رکھا تھا، میں نے سوچا
بس اسی طرح لیٹی رہی پھر کسی نے اچانک ھی کھیلتا تھا، میں نے اسے روکا نہیں
کر اٹھی تھی۔ میرے پیروں کو چومنا شروع کر دیا، میں ہڑبڑا

لمحے کے میرے پیروں میں گھٹنوں کے بل جھکا ہوا شخص حدید تھا صرف ایک
لئے میں ساکت ہوئی تھی، پھر تیزی سے میں نے اپنے پیر کھینچ لیے وہ سیدھا ہو
گیا میری اور اس کی نظریں ٹکرائیں تھیں، بہت عجیب سی کیفیت تھی اس کی آنکھوں
میں۔

"آپ کہاں چلی گئی تھیں مجھے اس طرح چھوڑ کر ۔"

جواب دیئے بغیر اٹھنے کی کوشش کی اس نے مجھے روکنے میں نے اس کی بات کا
رکھا مگر میں نے اسکا ہاتھ جھٹک دیا۔ کے لیئے میرے گھٹنوں پر ہاتھ

ہو۔" میں غرائی اور وہ ایک جھٹکے سے مجھے ہاتھ نہ لگاؤ تم میرے لگتے کیا"
نے مجھے دیکھا، میں اٹھ کر پیچھے ہو گیا تھا بہت بے یقینی کے عالم میں اس
کھڑی ہو گئی۔

آ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ آپ کو ہوا کیا ھے؟" وہ میرے سامنے"

جانے کی کوشش کی تھی۔ میں پاگل ہو گئی ہوں ۔" میں نے یہ کہتے ہوئے اندر"

ممی ۔" میں اس کی بات پر بھڑک اٹھی تھی۔"
مجھے ممی مت کہو، تمہاری ماں نہیں ہوں، تم سے میرا کوئی رشتہ نہیں ھے "
"ماں وہ ھے جس کے لیے تم نے مجھے طلاق دلوا دی۔ تمہاری

"سمجھ نہیں آ رہا۔ آپ کیا کہ رہی ہیں مجھے"

میرے بازو پکڑ میں نے جواب دیئے بغیر اندر جانے کی کوشش کی مگر اس نے
لیئے۔

گئی ھے آپ کو میرے آپ میرے ساتھ ایسا کیوں کر رھی ھیں کیا غلط فہمی ھو"
سننا نہیں خلاف۔" وہ میرے بازو پکڑے گڑگڑا رھا تھا مگر میں اس کی کوئی بات
چاھتی تھی نہ اس سے کچھ کہنا چاھتی تھی۔ میں خود کو اس کی گرفت سے چھڑانے
کی کوشش کرتی رھی مگر اس نے مجھے بہت مضبوطی سے پکڑا ھوا تھا میں کسی
خود کو نہیں چھڑا پا رھی تھی۔ طرح بھی اس سے

تھی پتا نہیں کیا ھوا کہ میں نے ایک عجیب سی ھیجانی کیفیت مجھ پر سوار ھو گئی
میں اسے مارنے لگی تھی میں نے خود کو چھڑانا بند کر دیا اور پھر پتا نہیں کیسے
عجیب سی کیفیت تھی اس کے چہرے پر تھپڑوں کی بارش کر دی۔ بے یقینی کی ایک
کوشش اس کے چہرے پر مگر اس نے مجھے چھوڑا نہیں نہ ھی مجھے روکنے کی
کی بس خاموشی سے مار کھاتا رھا۔

خوبصورت شکل بگاڑ دوں وہ چہرہ جو ہمیشہ میرا دل چاہ رھا تھا میں اس کی
کو مٹا دینا چاھتی تھی اس کا ھونٹ مجھے ایمن کی یاد دلاتا تھا میں اس کے چہرے
پر جا بجا میرے ناخنوں سے پھٹ گیا تھا، ناک میں سے خون نکلنے لگا تھا چہرے
مگر وہ بڑی ثابت پڑنے والی خراشیں نظر آ رھی تھیں قمیص کے بٹن ٹوٹ گئے تھے
قدمی سے اسی طرح مجھے پکڑے ھوئے مار کھاتا رھا۔

اکبر سمیت اس کا پورا خاندان کھڑا تھا، دیوار پر ہمسایوں کی کچھ عورتیں صحن میں
تھیں وہ سب بے حس و حرکت یہ تماشا دیکھ رھے تھے۔ میں نے اسے جھانک رھی
گالیاں دی تھیں وہ سب جو پچھلے پچیس سال سے میرے اندر جمع بہت مارا تھا، بہت
نکال رھی تھی وہ سب جو میں دوسروں سے کہنا چاھتی ھو گیا تھا وہ میں اس دن
تھی وہ میں نے اسے کہ دیا تھا۔

اسے مارتے مارتے میرے ھاتھ دکھنے لگے تھے۔ میری ساری ھمت جواب دے گئی
اس کا چہرہ دیکھنے کی ھمت مجھ میں نہیں رھی تھی میں نے پوری زندگی تھی
نہیں لگایا تھا اب میں اسے مار رھی تھی، آخر میرے ہاتھ رک گئے، اسے سخت ھاتھ
لگی۔ اس نے میرے بازو چھوڑ دیئے اور میں جیسے زمین میں بلک بلک کر رونے
اتار کر میرے ھاتھوں میں تھمانے کی کوشش کی پر ڈھے گئی تھی اس نے اپنا جوتا
تھی۔

ماریں۔" اس نے کہا تھا میں نے جوتے کو پرے دھکیل اور مارنا چاھیں تو اس سے"
تھی، اس نے مجھے چپ کروانے کی کوشش دیا اور چیخیں مار مار کر رونے لگی
نہیں کی پتا نہیں میں کتنی
دیر تک روتی رھی تھی۔ جب آنسو نکلنا ختم ھو گئے اور میں نے آنکھیں کھول کر
اٹھنے کی کوشش کی تھی تو اسے اپنے پاس پایا تھا، اس نے سہارا دے کر مجھے
میں نے اسے روکا نہیں صحن میں اب کوئی بھی نہیں تھا، نہ ھی دیواروں اٹھایا تھا
پتا نہیں سب کہاں چلے گئے تھے۔ پر عورتیں تھیں

گلاس میں وہ پانی لایا تھا، مجھے گلاس حدید اٹھ کر نل کے پاس چلا گیا تھا پھر ایک

لگا دیا۔ میں نے گھونٹ گھونٹ تھمانے کے بجائے اس نے گلاس میرے ہونٹوں سے
کر کے پانی پیا تھا۔

ہاتھ سے پرے کیا تھا اس نے باقی پانی خود پی لیا تھا، پھر بس۔" میں نے گلاس کو"
بالوں کو سمیٹ کر لپیٹ دیا تھا اور کچھ فاصلے پر پڑی اس نے میرے بکھرے ہوئے
میں بغیر کسی مزاحمت کے ایک مجسمے کی ہوئی چادر لا کر مجھے اوڑھا دی
طرح بیٹھی رہی۔

گیا تھا اور اپنے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارنے لگا تھا وہ دوبارہ نل کے پاس آ
اپنے بال سلجھائے، جیب سے رومال نکال کر اس نے پھر گیلے ہاتھوں سے اس نے
تک وہ اپنی شرٹ کے اوپر والے ٹوٹے اپنا چہرہ اور ہاتھ صاف کئے، کچھ دیر
کوشش کرتا رہا تھا پھر اس ہوئے بٹنوں والی جگہ کو کسی طرح ساتھ جوڑنے کی
دیا۔ نے انہیں کھلا چھوڑ دیا اور گلے میں بندھا ہوا رومال نکال

اندر میں خاموشی سے دور بیٹھی اسے تکتی رہی پھر وہ میرے پاس آنے کے بجائے
چلا گیا تھا اور کچھ دیر بعد میرے لئے ایک چپل کے ساتھ برآمد ہوا تھا اس کے
پیچھے اب کی بار اکبر کے گھر والے بھی تھے، اس نے چپل میرے پاس رکھ دی
ہاتھ پکڑ کر مجھے کھڑا ہونے میں مدد دی تھی، میں نے اس کے اور پھر میرا
لی۔ کہنے سے پہلے ہی چپل پہن

اے تو کنا سونا پتر اے تیرا جے تیرے بندے نے گھروں کڈوتا ھے، تے کاغذ دے دتا"
بیٹا فیروی توں فکر ن کری، تیرے کول تیرا پتر اے اللہ عمر دے۔ " (کتنا خوبصورت
ھے تمھارا، اگر شوھر نے گھر سے نکال کر طلاق دے دی ھے تب بھی فکر مت
(تمھارے پاس تمھارا بیٹا ھے۔ آللہ اس کو زندگی دے۔ کرنا،
کر کہا تھا، میں چپ رہی تھی، تو آخر ان کو حقیقت اکبر کی ماں نے مجھ سے لپٹ
پر سوچا تھا۔ کا پتا چل ھی گیا میں نے اس کی بات

دے سکدا، فیر دی تسی میرے اتے بڑا احسان کیتا ھے، میں ایس احسان دا بدلہ نہیں"
میں اگر کدی توانوں میری ضرورت پوے تو آ جائیوں میرے کولوں جو ھووے گا
کراں گا۔" حدید بڑی رواں پنجابی میں اکبر سے مخاطب تھا اور میں چونک اٹھی تھی
کہ اسے تو پنجابی نہیں آتی تھی۔

بچپن سے لے کر اب تک میں نے کبھی اس سے پنجابی میں بات نہیں کی تھی اور نہ
اسے کبھی پنجابی بولتے سنا تھا اور آج وہ بڑے آرام سے پنجابی میں مخاطب تھا ھی
واقعی حدید کے بارے میں کم معلومات تھیں ۔ میں نے مایوسی سے سوچا تھا ۔ مجھے
اسکی ماں سے باتوں میں مصروف تھا اور میں سوچوں میں ۔ ۔ وہ اکبر اور

جانے کی کیا ضرورت ھے اور آخر میں جا کیوں رہی آخر مجھے اس کے ساتھ
یہ مجھے اپنے پاس لے جا کر کیا کرے گا ۔ ھوں , یہ مجھے لینے کیوں آیا ھے اور
نے اکبر کے بچوں کو کچھ روپے سوالوں کا ایک ڈھیر میرے پاس جمع تھا ۔ اس

پاس لے آیا تھا , کچھ عورتیں تھمائے تھے اور پھر میرا ھاتھ تھام کر وہ اپنی جیب کے کرتا ھوا میرا ھاتھ تھامے اور بچے باھر گلی میں نکل آئے تھے ۔ وہ انھیں نظر انداز مجھے گاڑی میں بٹھانے لگا ۔

آیا تھا ۔ میں نے بے اختیار اس کے سر پر ھاتھ پھیرا تھا , وہ اکبر کھڑکی کے پاس ہٹ گیا تھا , حدید نے گاڑی اسٹارٹ کردی اور کچھ ھی دیر سعادت مندی سے پیچھے مین روڈ پر آگئے تھے ۔ میں نے گاڑی کی سیٹ سے میں ھم اس گاؤں سے نکل کر راستے حدید نے مجھ سے کوئ بات نہیں کی , وہ ٹیک لگا کر آنکھیں بند کرلیں ۔ تمام میں ایک دو بار رک کر اس نے مجھے بس خاموشی سے گاڑی چلاتا رھا ۔ راستے سے گاڑی چلا دی ۔ چائے اور کھانا کھلایا تھا اور پھر اسی طرح خاموشی

پر پہنچ گئے تھے , وہ رات کا پچھلا پہر تھا جب ھم ایبٹ آباد اس کی رھائش گاہ پر اسکے ساتھ میری مجھے اپنے بیڈ روم میں لے آیا تھا , اس کے بیڈ کی سائید ٹیبل یونیفارم بدلنے ایک تصویر رکھی تھی , مجھے بیڈ پر بٹھا کر وہ ڈریسنگ روم میں گود میں چلا گیا تھا , واپس آکر بھی اس نے مجھ سے کوئ بات نہیں کی , بس میری سر رکھ کر بیڈ پر لیٹ گیا اور آنکھیں بند کر لیں ۔

کو دیکھنے لگی , میری مار کے سارے نشان وھاں واضح تھے , میں اس کے چہرے ھاتھ پھیرنے لگی , اس نے کوئ حرکت نہیں کی , وہ میں اسکے بالوں اور چہرے پر سویا تھا ۔ میں اسکا سر سہلاتی رھی , جیسے سو چکا تھا اور پتا نہیں کب سے نہیں بچپن میں سہلاتی تھی ۔

نہیں پتا , میں آپ کو کہاں کہاں ڈھونڈتا رھا ھوں اور کوئ جگہ ایسی نہیں , آپ کو نے آپکا پتہ نہ کروایا ھو , کوئ رشتہ دار ایسا نہیں جہاں میں نہ گیا ھوں جہاں میں رشتہ دار کے پاس جاتا رھا , اس سے آپکا , ایمن اور سعد کے بارے اور جس جس چلتا رھا , جو مجھے معلوم نہیں تھا اور جو آپ نے چھپایا اسے میں وہ سب کچھ پتا ۔ لوگوں نے عیاں کردیا

مجھے اس عورت پر افسوس ھوا جس نے مجھے پیدا کیا تھا اور اس آدمی پر بھی جو باپ کہلاتا ھے اور آپ پر بھی اس دور میں اتنا ایثار اتنی قربانی کس کے لیے , میرا کیا آپ انسان نہیں ھے اور کیا آپکے جذبات نہیں ھے ۔ کیوں

تھا کہ آپ بہت احمق ھیں , جو اپنے حق کے لیے خود نہیں لڑ ممی میں نے ٹھیک کہا لیے کیسے لڑے گا اور آپکو تو اپنی چیز اپنے پاس سکتا تو کوئ دوسرا اس کے چیز کی حفاظت تک نہیں کرسکتی , آپ نے کیا رکھنی بھی نہیں آتی , آپ تو اپنی آپکی بہن اور آپکے شوھر کے درمیان سوچا تھا کہ میں ایبٹ آباد سے واپس جاکر جس نے مجھے پیدا کیا تھا , صلح کرواتا رھا تھا , اس عورت کے لیے لڑ رھا تھا سے روکنا چاھتا تھا جو نہیں میں تو آپکے لیے لڑ رھا تھا , میں تو اس سب کو ھونے اب ھو گیا ھے ۔

کتنے ماہ سے آپکی بہن کے ساتھ پھر رہے تھے آپ جانتی ہیں کہ آپکے سابقہ شوھر جاتے تھے وہ کوئ بزنس ٹرپ نہیں ھوتا وہ جو ھر ایک دو ھفتے کے بعد غائب ھو آیا کرتے تھے , اور میں نے بھی تھا بلکہ وہ دونوں سیروتفریح کے لیے مری وغیرہ سا لگا لیکن میں فورآ اسے انھیں وھیں دیکھا تھا , اس عورت کا چہرہ بہت مانوس لگا تھا کیونکہ آپ دونوں پہچان نہیں پایا , اور پھر جب پہچانا تو مجھے ایک شاک سا تھی تو اب ذندہ نے مجھے یہی بتایا تھا کہ وہ مر چکی ھے , اور اگر وہ مر گئ کیسے ھوگئ تھی ـ

جاتا رھا , میں ان دونوں کے اصلی میں اسی کے بارے میں پوچھنے کے لیے لاھور میں طلاق کیوں ھوئ میں یہ جاننا تعلقات کے بارے میں جاننا چاھتا تھا , ان دونوں سابقہ شوھر دونوں نے مجھ سے چاھتا تھا اور آپکو پتا ھے کہ آپکی بہن اور آپکے نے کہا کہ آپ نے اس طلاق کی اصل وجوھات کے بارے میں جھوٹ بولا , انہوں پھر میں نے , انکے درمیان غلط فہمیاں پیدا کردی تھی مگر مجھے یقین نہیں آیا انکشافات انکے درمیان ھونے والی خلع کا ریکارڈ نکلوایا , تب مجھ پر بہت سے ھوئے تھے -

لٰہذا میں اس سے تو نہیں مل آپکی بہن کا دوسرا شوھر چند سال پہلے مر گیا تھا - بھائیوں سے ملاقات ضرور سکتا تھا , ھاں میں نے اسکی فیملی میں اسکے بہن اور کی , سو جو کچھ ابہام رہ گئے تھے وہ بھی دور ھو گئے -

مجھے آپ سے حقیقت چھپانے کا گلہ تھا , اس لیے کچھ دنوں تک میں آپ سے خفا بھی رھا , مگر آپ نے ایک بار بھی مجھ سے وجہ نہیں پوچھی , آپ نہیں جانتی کہ آپکے شوھر کو آپ کی بہن سے ملنے سے روکنے کیلئے کتنا لڑتا رھا ھرھا میں ھوں

میں جانتا تھا کہ اگر وہ اسی طرح ملتے رھے تو پھر وہ آپس میں شادی کرلیں گے آپکو طلاق دیے بغیر یہ نہیں ھوسکے گا ـ اور

بہن ھوتی تو میں یہ طلاق ھونے نہیں دیتا , اگر وہ کوئ دوسری عورت ھوتی , آپکی کہتا کہ وہ آپکو طلاق نہ دے , چاھے تو میں آپکو اپنے پاس لے آتا اور اس شخص کو میں اس شادی کو روکنے کیلئے آپکی دوسری شادی کرلے مگر یہاں معاملہ الٹ تھا ـ نے اسکی منتیں کی تھی , کہ بہن کے پاس بھی گیا تھا اور نہ چاھتے ھوئے بھی میں اسے ویسا ھی رھنے وہ اس شادی کا خیال دل سے نکال دے اور جو چیز جیسے ھے دوبارہ ملنا دے , میں نے اسے کہا تھا کہ اگر وہ یہ شادی نہ کرے تو میں اس سے بس وہ , شروع کردوں گا ـ بلکہ اگر وہ چاھے گی تو میں اسے اپنے پاس رکھ لوں گا آپکو اپنے شوھر کے پاس رھنے دے -

آپکے تعلقات اپنے شوھر کے ساتھ ٹھیک ھوئے میں جانتا تھا کہ بہت عرصے کے بعد آپکی اس خوشی کو قائم رکھنا چاھتا تھے اور آپ انکے ساتھ بہت خوش تھیں اور میں خیال اپنے دل سے نکالتی تو پھر تھا ـ میں نے اس سے کہا تھا کہ اگر وہ اس شادی کا کھو دے گی , میں دوبارہ یہ سوچ لے , کہ وہ شوھر کو تو پا لے گی مگر بیٹے کو

پاگل ہوگیا ہوں , جو اسکی شکل بھی نہیں دیکھوں گا ۔ مگر اس نے کہا تھا کہ میں گھر آباد ہونے اپنی ماں کا خیال کرنے کی بجائے ایک غیر عورت کیلئے اپنی ماں کا نہیں دے رہا ۔

ہوا گھر پھر سے مکمل ہوجائے گا , اس نے کہا تھا , اسکی شادی کے بعد ہمارا ٹوٹا میں نے اسے کہا تھا کہ مجھے میری ماں مل جائے گی اور اسے اسکا شوہر ۔ لیکن چیز پہلے مجھے اس گھر کے مکمل ہونے میں کوئ دلچسپی نہیں ھے اور میں ھر کی طرح رکھنا چاھتا ہوں , میں نے آپکے شوھر سے بھی بہت دفعہ کہا تھا کہ وہ آپکو طلاق نہ دے , میں نے اسے کہا تھا کہ میں لوگوں کو کیا بتاؤں گا , کیا کہوں گا کہ اس نے اس عمر میں میری ماں کو طلاق کیوں دے دی ھے ۔ کیا خرابی نظر آئ مگر وہ بھی بار بار مجھے یہی کہتا رہا تھا کہ تمھیں اپنی اصلی ماں کا , ھے اسے جو ساری عمر تمھارے لیے تڑپتی رہی ھے , تمھیں بار بار اسکا خیال نہیں ھے تمھارا کوئ رشتہ نہیں ھے ۔ خیال آرھا ھے جس کے ساتھ

طرح گڑگڑاتا رہا تھا اور منتیں آپ نہیں جانتی ممی , میں ان دونوں کے سامنے کس طرح گھٹنے ٹیکنے نہیں کرتا رہا تھا , ذندگی میں کبھی مجھے کسی کے سامنے اس اصرار تھا , کہ یہ سب پڑے تھے , مگر وہ دونوں اپنی ضد پر قائم تھے اور دونوں کا اتنا خیال ھے اور وہ میرے لیے کررھے ھیں اور میں سوچتا تھا کہ اگر انھیں میرا مان لیتے , میری خوشی ان کیلئے اتنی اھمیت رکھتی ھے تو پھر یہ میری کیوں نہیں اور میں سوچتا تھا کہ ان دونوں کی خود غرضی نے آپکو کس طرح سولی چڑھایا ہوگا ۔

آپ نے کس طرح وہ سب برداشت کیا تھا اور آپ نے کیسے اپنے ہوش وحواس قائم ہوگے اور سانس لیتی ہوگی ۔ وہ دونوں انسان نہیں ھیں , وہ جانور بھی نہیں رکھے جانور اتنے خود غرض اور منافق نہیں ہوتے , جتنے وہ ھیں ۔ ھیں کیونکہ

کہ شاید وہ دونوں اپنی ضد سے باز آجائیں گے , شاید انھیں آپکا میں نے سوچا تھا لحاظ آڑے آجائے گا مگر ایسا تو کچھ بھی نہیں ہوا , میں جب نہیں تو پھر میرا ھی ایمن کو اپنے گھر میں دیکھا تھا تو میرے قدموں کے نیچے لاھور گیا تھا اور میں نے دونوں مجھے دیکھ کر یوں مسکرا رھے تھے جیسے سے زمین نکل گئ تھی , وہ ھو , اور میرا دل چاہ رہا تھا کہ میں دونوں انہوں نے کوئ بہت بڑا کارنامہ انجام دیا کو شوٹ کردوں ۔

میں نے ان دونوں کی شادی کروائ ھے , اور آپ نے ایسا سوچا بھی آپ نے سوچا کہ ذلیل اور بے غیرت ھو سکتا ھوں ۔ آپ کیلئے میں نے اخباروں کیسے , کیا میں اتنا آپ نہیں جانتی کہ میں نے کتنی دعائیں کی تھیں اللہ میں اشتہار چھپوائے تھے اور میں ایک دن بھی ٹھیک سے نہیں سویا , اور جوں تعالٰی سے ۔ میں ان پندرہ دنوں میرا دل اچاٹ ہوتا جا رہا تھا ۔ جوں دن گزرتے جا رھے تھے , ھر چیز سے

بتایا کہ اس تصویر سے ملتی جلتی پھر ایک دن اکبر کا فون آیا اور اس نے مجھے

اور ھی کہتی ھے , پھر ایک عورت اس کے پاس ھے , مگر وہ اپنے بارے میں کچھ
لیٹے دیکھا تو آپ میں اس کے پاس چل پڑا تھا اور جب میں نے آپکو وھاں زمین پر
حد کر دی , نہیں جان سکتیں , کہ اس وقت میری کیا حالت ہوئ تھی اور آپ نے تو
مجھے اس طرح مارا کہ ابھی تک درد ہو رہا ھے ۔ کیا مائیں ایسا کرتی ھیں ؟

تھا , میں اگلی دوپہر وہ کھانے کی میز پر بیٹھا ساری رام کہانی سنا کر شکوہ کر رہا
شرمندہ تھی , کیا کہتی اور کیا جواب دیتی ۔

تھے , میں طلاق کا زخم بھولنے لگی تھی , حدید نے مجھے پھر دن گزرنے لگے
تھا جو ایک کالج میں لیکچرار تھی اور ایک بہت ھی ایک لڑکی کے بارے میں بتایا
فاریہ مجھے بھی پسند آئ تھی اور میں نے باحیثیت فیملی سے تعلق رکھتی تھی ۔
نے فاریہ کے گھر والوں کو اپنے حدید کے ساتھ اسکی شادی طے کردی تھی ۔ حدید
پسند کرتی تھی , اس لیے اس بارے میں سب کچھ بتا دیا تھا , چونکہ فاریہ بھی اسے
۔ کے گھر والوں نے سعد سے ملنے پر اصرار نہیں کیا

حدید نے فاریہ کو شادی سے پہلے ھی کہہ دیا تھا کہ وہ شادی کے بعد جاب نہیں
کرے گی , اور فاریہ نے بغیر کسی اعتراض کے یہ شرط قبول کی تھی ۔ وہ ایک بہت
ھی تابعدار قسم کی بیوی ثابت ہوئ تھی , حدید سے کافی ڈرتی تھی اور اسکی
مرضی کے بغیر کچھ نہیں کرتی تھی , حالانکہ اسکے میکے والے بہت امیر تھے
مگر پھر بھی وہ ھمیشہ حدید کے کہنے پر چلتی تھی ۔ حدید کے دو بیٹے اور ایک
بیٹی تھی ۔ اسامہ , ولید اور کومل ۔

وقت بڑے سکون اور امن سے گزر رھا تھا ۔ سعد نے ایک دو بار حدید سے رابطہ
قائم کرنے کی کوشش کی تھی مگر حدید نے بہت بری طرح اسے رابطہ قائم کرنے
سے منع کردیا تھا ۔

آپ نہیں جانتی ممی کہ یہ شخص کتنا خود غرض ھے , میں نے اسے کہہ دیا تھا کہ
اگر وہ آپکو طلاق دے کر اس عورت سے شادی کرے گا تو مجھے کھو دے گا , تب
اس نے کوئ پرواہ نہیں کی اور اب اسے اپنے کیے کا بدلہ وصول کرنا ھی پڑے گا ,
آپ مجھے مت کہیں کہ میں اس شخص سے ملنا شروع کر دوں ۔

اس نے ایک دفعہ میرے اعتراض پر کہا تھا ۔ میں اس شخص کا بیٹا ہوں , اسی لیے
چھوٹے دل کا ہوں , آپکا بیٹا ہوتا تو شاید بڑے دل کا ہوتا اور پھر سب کچھ آپکی
طرح بھول بھی جاتا ۔ مگر اب نہیں بھول سکتا اور نہ ھی انھیں معاف کرسکتا ہوں ۔

میں چپ ہوگئ تھی اور یہی بہتر تھا مگر میں بہت خوش ہوئ تھی , اس بات سے کہ
اب حدید سعد کے پاس نہیں جائے گا اور نہ ھی ایمن کے پاس ۔ ساری ذندگی ان
دونوں کیلئے ایثار کرتے کرتے میں تھک گئ تھی , اب اور ایثار نہیں کرسکتی تھی ,
کیا ملتا ھے اس ایثار سے , اور اپنی ھر چیز دوسروں کو دے کر کیا حاصل ہوتا ھے
۔ کچھ بھی تو نہیں ,, میرے جیسے خالی دامن لوگ خالی دل بھی ہو جاتے ھیں , ھر

ایک کو تو حدید نہیں ملتا نا ,, تو پھر ایک بار مجھے وہ مل گیا ھے تو میں اسے واپس کیوں لوٹاؤں -

پھر اس دن ایمن نے فون کیا تھا ـ
کیسی ہو مریم ؟ اس نے پوچھا تھا -
میں ٹھیک ھوں , تم بتاؤ کیوں فون کیا ھے - میں نے وقت ضائع کیے بغیر پوچھا تھا ,
چند لمحوں کے توقف کے بعد اس نے کہا تھا ـ
میں حدید سے بات کرنا چاھتی ھوں -
مگر وہ تم سے بات کرنا نہیں چاھتا اور یہ بات تم اچھی طرح سے جانتی ھو -
وہ میرا بیٹا ھے اور اس طرح کی باتیں کہہ دینے سے خونی رشتے نہیں ٹوٹتے -
اسکی ڈھٹائ پر مجھے حیرت نہیں ھوئ تھی
تمھیں حدید کی اب کیا ضرورت آن پڑی ھے - سب کچھ تو ھے تمھارے پاس , دو شوھروں کی دولت , دو بیٹیاں , سعد جیسا شوھر , پھر حدید کی کیا ضرورت ھے تمھیں -
میرا لہجہ نہ چاھتے ھوئے بھی طنزیہ ھوگیا تھا , وہ چند لمحے چپ رھی تھی پھر اس نے کہا تھا ـ
وہ میرا اکلوتا بیٹا ھے , ایک نہ ایک دن تو وہ میرے پاس ھی آئے گا - اور میں نے فون بند کر دیا تھا ـ
نہیں ایمن , اب وہ تمھارے پاس نہیں آئے گا , کبھی بھی نہیں آئے گا اور میں اسے جانے دوں گی تب نا - میں نے سوچا تھا -
پھر اس نے ایک بار نہیں بار بار فون کیا تھا , بہت آھستہ آھستہ سہی مگر اسکے لہجے کا سارا طنطنہ رخصت ھوچکا تھا , وہ اپنی دونوں بیٹیاں بیاہ چکی تھی اور دونوں ھی بیرون ملک تھیں , وہ دونوں اب تنہا تھے اور اسی لیے انھیں حدید کی یاد آتی تھی -

ایمن نے ایک بار سعد کے ذریعے بھی مجھ سے یہی مطالبہ کرنے کی کوشش کی تھی کہ میں حدید کو اور اس کے بیوی بچوں کو ان سے ملنے کیلئے مجبور کروں , میں چپ چاپ سعد کی آواز سن رھی تھی اور وہ اسی طرح حکمیہ لہجے میں بات کررھا تھا جیسے وہ کرتا تھا - مجھے پتہ نہیں چلا کب حدید آ گیا تھا اور اس نے فون کا ریسیور مجھ سے لے لیا تھا , اور سعد کی آواز سنتے ھی وہ آپے سے باھر ھو گیا تھا , اس کے جو دل میں آیا تھا وہ اس نے سعد کو کہہ ڈالا تھا - اور پھر ریسیور پٹخ دیا تھا ـ

ممی یہ شخص میرے اور آپ کیلئے مر چکا ھے , پھر آپ اس کے فرمان کیوں سنتی ھیں , آج کے بعد آپ اس شخص کا فون کبھی اٹینڈ نہیں کریں گی اور میں یہ بات دوبارہ نہیں کہوں گا -
یہ پہلا اور آخری حکم تھا جو آج تک حدید نے مجھے دیا تھا , اور میں نے اس پر عمل کیا تھا ـ

آپ ابھی تک سوئ نہیں ھیں ـ حدید اندر آ گیا تھا اور میں مسکرائ تھی -

تمھارے بیٹے کی فرمائشیں ختم ھوں , تب سوؤں نا ۔
یہ بھی نہیں سویا ابھی تک , کیوں اسامہ آپ اب تک کیوں جاگ رھے ھیں اور سوئے کیوں نہیں ۔ اس نے گھرکنے کے انداز میں اپنے بیٹے سے ک
بس پاپا سونے والا ھی تھا ۔ اسامہ نے باریک سی آواز میں کہا اور آنکھیں بند کر لیں , حدید کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا تھا , اپنی کیپ اور چھڑی اس نے میرے بیڈ پر اچھال دی اور پھر شوز کے تسمے کھولنے لگا ۔
تھک گئے ھو , چائے بنا دوں ۔ میں جانتی تھی کہ وہ اس وقت کسی ریڈ سے آیا ھوگا ۔
اس نے کرسی پر نیم دراز ھوتے ھوئے کہا ۔ نہیں میں ملازم کو کہہ آیا ھوں , وہ چائے لا رھا ھوگا ۔
اسامہ آپ زرا سا آگے ھو جائیں ۔ ایک دم وہ اٹھ کر بیڈ پر آ گیا اور اس نے اسامہ کو دھکیل کر آگے کر دیا ۔
اتنی محنت کرتی ھے پولیس اور پھر بھی پولیس کو برا بھلا کہا جاتا ھے , راتوں کو جاگیں , دن کو بھاگیں , پھر بھی ھر کوئ پولیس میں کیڑے نکالتا ھے ۔ "
وہ اپنی آنکھیں بند کیے مجھ سے مخاطب تھا , پھر اچانک اس نے آنکھیں کھول دیں ۔

کے پاس گئ تھیں ۔ اچانک اس نے پوچھا تھا ۔ Dentist آپ
ھاں فاریہ کے ساتھ گئ تھی ۔ میں نے مسکرا کر کہا تھا اور اس نے پھر آنکھیں بند کر لیں ۔
آپ کا کیا خیال ھے , اب کومل کو اسکول داخل کروا دینا چاھیے ؟ وہ پھر آنکھیں بند کیے مجھ سے پوچھ رھا تھا ۔
"نہیں بھئ ابھی تو وہ بہت چھوٹی ھے ۔ "
"مگر باتیں تو بہت کرتی ھے ۔ "
باتوں کا کیا ھے وہ تو تم بھی بہت کرتے تھے , وہ بھی تمھاری طرح ھے ۔ وہ میری بات پر بہت دلکشی سے ھنسا تھا مگر آنکھیں نہیں کھولی تھیں ۔
"ٹائم کیا ھوا ھے ممی ؟ "
"تین بجنے والے ھیں ۔" میں نے اسے بتایا تھا ۔
اب میں چائے نہیں پیوں گا بس یہیں سو جاؤں گا , آپ لائٹ آف کر دیں اور صبح مجھے مت اٹھائیے گا , میں لیٹ اٹھوں گا , کل لنچ آپ خود بنائیے گا , فاریہ یا ملازم سے مت بنوائیے گا ۔ گڈ نائٹ ممی
اس نے آنکھیں بند کیے ھی اپنا طویل پروگرام مجھے بتا دیا , میں نے اس کے سر پر پیار سے ھاتھ پھیرا تھا ۔
گڈ نائٹ ۔" لائٹ آف کرنے سے پہلے ایک بار میں نے اسکا چہرہ دیکھا تھا , وہ سو چکا تھا , میں نے چادر اس کے اوپر پھیلا دی اور خود بھی سونے کیلئے لیٹ گئ ہا تھا

اور آج وہ کہہ رھی تھی کہ میں حدید سے کہوں کہ وہ اسے معاف کردے اور آج وہ رو بھی رھی تھی ۔ اب اسے حدید یاد آ رھا تھا ۔ وہ کہا کرتی تھی , میں چیزوں کو نہیں کھینچتی وہ خود میرے پاس آتی ھیں , مجھ میں اتنی طاقت ھے اور اگر کوئ

انھیں جانے سے روکنا چاھے , تو روک کر دیکھ لے ۔

نہیں ایمن , چیزیں تمھارے پاس اس لیے چلی جایا کرتی تھی کیونکہ لوگ انھیں روکا نہیں کرتے تھے , کیونکہ وہ تم سے محبت کرتے تھے مگر یہ سب کب تک ھوتا , ایک دن تو تمھارا جادو ختم ھونا ھی تھا اور وہ دن آ چکا ھے , اور اب تم کس کس چیز کو بلایا کرو گی , کون سا حربہ استعمال کرو گی , کون سا اسم پڑھو گی ۔ پچھلے پچیس سال ھر چیز کے ھوتے ھوئے میں نے تنہا گزارے تھے , اور اب اگلے پچیس سال تم اور سعد تنہا گزارو گے اگر ذندہ رہ پائے تو , یہی مکافات عمل ھے ۔

......~~~~~~~~~~~~~...*-*-*-*-*-*...~~~~~~~~~~~~~......

The end